"کیا کہا"۔ وہ چلائے... حیرت تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔
"ایکٹنگ بہت اچھی کر لیتے ہیں آپ"۔
"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" انسپکٹر کامران مرزا کو غصہ آ گیا۔
لیکن اسی وقت انسپکٹر جمشید نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا... جس کا مطلب تھا... یہ وقت غصے میں آنے کا نہیں ہے... انسپکٹر کامران مرزا کو جھٹکا سا لگا... جیسے اچانک ہوش میں آ گئے ہوں۔
"وہ گولی کہاں ہے؟"
"لیبارٹری انچارج کے پاس... اس کو وہی عدالت میں پیش کریں گے... اپنی گواہی کے ساتھ... اور ساتھ میں سرجن کی رپورٹ بھی ہو گی... جس میں لکھا ہو گا کہ مقتول کے جسم سے یہی گولی برآمد ہوئی ہے"۔
"اوہ... اوہ... ہم کیا سمجھ رہے تھے اور معاملہ کیا نکل آیا۔
لیکن..." انسپکٹر جمشید بری طرح چونکے۔
"لیکن کیا؟"
"اس وقت تو ہوٹل کے تمام دروازے اندر سے بند تھے... اس کا مطلب ہے... قاتل باہر سے تو آیا ہی نہیں تھا۔
"تب تو اور اچھی بات ہو گئی... آپ نے خود اپنے جرم کا اقرار کر لیا"۔
"کون سے جرم کا اقرار کر لیا ہم نے... آپ کا دماغ تو درست

ہے"۔ انسپکٹر جمشید کو بھی غصہ آ گیا۔
اب انسپکٹر کامران مرزا نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا... مطلب یہ تھا کہ یہ وقت غصے کا نہیں ہے... وہ مسکرا دیے... پھر نرم آواز میں بولے
"تمہارے علاوہ بھی یہاں اور لوگ موجود تھے... یہ سب لوگ"۔ انہوں نے ہیڈ بیرے اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کہا۔
"کیا مطلب سر... آپ اس قتل کا الزام ہمارے سر تھوپ رہے ہیں"۔ ہیڈ بیرا بری طرح اچھلا۔
"نہیں... میں نے ایک بات کہی ہے... مسٹر تنویر کی بات کے جواب میں"۔
"یہ لوگ بھلا اپنے سابقہ مالک کو کیوں قتل کرتے... وہ بے چارا تو ہوٹل سے رخصت ہو رہا تھا"۔
"تب پھر ہم اسے کیوں قتل کرتے... وہ بے چارہ تو ہوٹل سے رخصت ہو رہا تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے تیز آواز میں کہا۔
"آپ سب کو گرفتاری دینا ہو گی... یا یہ اعلان کرنا ہو گا کہ آپ میں سے یہ کام کس نے کیا ہے"۔ انسپکٹر تنویر نے سرد آواز میں کہا۔
"ہم میں سے یہ کام کسی نے بھی نہیں کیا"۔
"تب پھر میں سب کو گرفتار کروں گا... یہ فیصلہ عدالت کرے

گی۔۔۔ یہ کام آپ لوگوں کا ہے یا نہیں"۔ اس نے سرد آواز میں کہا۔

"سوری۔۔۔ ہم گرفتاری نہیں دے سکتے۔۔۔ کیونکہ۔۔۔" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔۔۔ تنویر نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"آپ گرفتاری نہیں دے سکتے۔۔۔ نہ دیں۔۔۔ ہم زبردستی گرفتار کریں گے آپ کو"۔

"اوکے۔۔۔ آپ زبردستی گرفتار کر لیں ہمیں"۔ یہ کہ کر پروفیسر داؤد نے چار بار چٹکی دبائی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

"یہ کیا۔۔۔ آپ نے دروازہ کیوں بند کیا؟"

"پہلے ہم لیبارٹری انچارج کو فون کر کے آپ کے بیان کی تصدیق کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور فون کرنے لگے۔

"آپ لیبارٹری انچارج کے نمبر کس طرح معلوم ہیں"۔ تنویر کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت سمٹ آئی۔ "اللہ کی مہربانی سے معلوم ہیں ہمیں نمبر"۔ وہ مسکرائے۔

اسی وقت سلسلہ مل گیا۔۔۔ اور جونہی سلسلہ ملا۔۔۔ اس طرف ایک دھماکا ہوا۔

○☆○

خں۔۔۔ خں
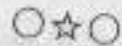
انسپکٹر جمشید بری طرح اچھلے۔

"ہیلو۔۔۔ قاسم صاحب۔۔۔ ہیلو۔۔۔ کیا ہوا اس طرف؟" وہ چلائے۔

لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ البتہ فون کا ریسیور اٹھا ہوا تھا۔۔۔ گویا لیبارٹری کا انچارج فون کا ریسیور اٹھا چکے تھے جب دھماکا ہوا۔

"اس طرف کوئی گڑبڑ ہے انسپکٹر صاحب۔۔۔ مسٹر قاسم پر شاید قاتلانہ حملہ ہوا ہے"۔

"آپ کوئی چال چل رہے ہیں۔۔۔ جب کہ پہلے بھی چل چکے ہیں۔۔۔ لیکن اب میں آپ کے دھوکے میں نہیں آؤں گا"۔

"اف! اب میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں۔۔۔ اچھا آپ ایسا کریں۔۔۔ اپنے ماتحتوں کو فوراً ادھر روانہ کر دیں۔۔۔ وہ وہاں سے صورت حال معلوم کر کے آپ کو یہاں فون کر دیں گے۔۔۔ ایسا کرنے میں تو آپ کا کوئی حرج نہیں ہے"۔

"ہاں نہیں ہے.... آپ ریسیور مجھے دیں"۔ وہ غرایا۔

پھر اس نے جلدی سے نمبر ڈائل کیے.... ہدایت دیں اور فون بند کر دیا۔

"پہلے تو آپ یہ دروازہ کھولیں"۔

"فی الحال ہم ایسا نہیں کر سکتے.... حالات خطرناک ہیں.... خود آپ بھی خطرے میں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم.... میں کیوں بھلا"۔

"تو پھر لیبارٹری انچارج کیوں بھلا.... ان کا کیا قصور ہے؟"

انسپکٹر تنویر نے لاجواب ہو کر ادھر ادھر دیکھا.... کیونکہ اس سوال کا جواب اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔

"او کے.... ہم انتظار کر لیتے ہیں"۔ اس نے کہا۔

"ضرور جناب! کیوں نہیں.... آپ کو کون منع کرتا ہے.... انتظار کرنے سے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر پندرہ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی.... انسپکٹر جمشید نے فوراً ریسیور اٹھا لیا۔

"یہ میرا فون ہو گا.... ریسیور مجھے دے دیں"۔

"اگر فون آپ کا ہوا تو ریسیور آپ کو ہی دوں گا.... فکر نہ کریں"۔

وہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا.... ادھر انسپکٹر جمشید نے فون میں کہا۔

"ہاں جناب! کیا بات ہے؟"

"انسپکٹر تنویر یہاں موجود ہیں؟"

"جی ہاں.... بالکل ہیں"۔

"مہربانی فرما کر ریسیور انہیں دے دیں"۔

"لیجیے جناب.... فون سن لیں"۔ انہوں نے ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔

اس نے فون سنا اور اچھا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

"لیبارٹری انچارج کو قتل کر دیا گیا ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"ہاں! اور یہ سب آپ لوگوں کی شرارت ہے.... آپ لوگ خود کو مسٹر سام کے قتل کے الزام سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں.... لیبارٹری انچارج کی رپورٹ آپ کے سراسر خلاف جا رہی تھی.... لہٰذا آپ نے انہیں ختم کر دیا"۔

"حد ہو گئی.... ارے بھائی کیا ہوا میں ختم کر دیا.... ہم سب آپ کے پاس موجود ہیں"۔

"تو کیا ہوا.... اگر آپ ساڑھے تین روپے میں ہوٹل خرید سکتے ہیں.... اس ہوٹل کے کمرے کے دروازے کو چٹکی بجا کر بند کر سکتے ہیں.... دستک سے کھول سکتے ہیں.... تو یہاں بیٹھے لیبارٹری انچارج کو کیوں ختم نہیں کر سکتے.... یہ کام بھی تو آپ کے لیے چٹکیوں کا ہو گا"۔

"بہت خوب... دلیل آپ نے خوب دی... لیکن آپ کے کام نہیں آئے گی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیوں نہیں آئے گی"۔

"عدالت میں ٹھوس ثبوت چلا کرتے ہیں"۔

"آپ فکر نہ کریں... ٹھوس ثبوت بھی پیش کریں گے... بس آپ شرافت سے گرفتاری دے دیں"۔

"حد ہو گئی... بے کوئی تک... آپ بلاوجہ ہمیں مجرم بنانے پر تل گئے"۔

"تو اب میں اور کیا کروں؟" اس نے جھلا کر کہا۔

"صبر کریں... شکر کریں"۔ فاروق نے اسے مشورہ دیا... اس نے فاروق کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"کیا یہ مشورہ اس قدر برا ہے جناب... کہ آپ مجھے اس بری طرح گھورنے لگے ہیں"۔ فاروق نے برا مان کر کہا۔

"تمہیں گرفتار کر لیا جائے... اور یہ آپ نے کیسے لباس پہن رکھے ہیں... ان میں تو آپ کسی دوسری دنیا کی مخلوق نظر آ رہے ہیں... ان لباسوں کو اتار دیں... تاکہ آپ انسان نظر آئیں"۔

"آپ ہمارے لباسوں پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے جناب... اور نہ ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں... آپ کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں... اگر آپ گرفتاری پر اڑ گئے تو پھر..." وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"تو پھر کیا؟" اس نے انہیں گھورا۔

"تب پھر ہم بھی اچھی طرح پیش نہیں آئیں گے"۔

"آپ نے قانون کے ایک محافظ کو دھمکی دی ہے"۔

"اور قانون کے محافظ کو کوئی حق نہیں کہ بلاوجہ ہمیں گرفتار کرتا پھرے"۔

"حد ہو گئی... اتنی وضاحت کے بعد بھی آپ اس کو بلاوجہ گرفتاری کا نام دے رہے ہیں"۔ سب انسپکٹر نے پاؤں پٹخے۔

"اب ہم کیا کریں... مجبور ہیں ایسا کہنے پر"۔

"اگر آپ نے سیدھی طرح گرفتاری نہیں دیں گے تو پھر آپ کو الٹی طرح گرفتار کیا جائے گا"۔ اس نے سرد آواز میں منہ سے نکالا۔

"وہ کیسے... ذرا وضاحت کریں"۔

"اس وقت یہ پورا ہوٹل پولیس کے گھیرے میں ہے اور تھوڑی دیر بعد فوج بھی اس کی مدد کے لیے آنے والی ہے"۔

"ہماری گرفتاری کے لیے اس قدر انتظامات کیوں؟"

"خبر ملی تھی کہ آپ لوگ آرام سے گرفتاری نہیں دیں گے... آپ کو زبردستی گرفتار کرنا پڑے گا اور خبر درست ثابت ہوئی"۔

"اور یہ خبر آپ کو کس نے دی؟"

"یہ خبر میرے آفیسر کو کسی نے دی تھی... لہٰذا یہ سوال آپ

ان سے کریں"۔

"تب پھر آپ اپنے آفیسر کو فون کر دیں کہ ہم گرفتاری نہیں دے رہے"۔

"اتنے سے کام کے لیے میں انھیں فون نہیں کر سکتا... جب کہ میں آپ کو گرفتار کر سکتا ہوں"۔

"تب پھر آپ ہمیں گرفتار کریں"۔ انسپکٹر جمشید نے عجیب سی آواز منہ سے نکالی... وہ لرز کر رہ گیا... بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کک... کیا... کہا آپ نے؟"

"میں نے کہا ہے... ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"نن نہیں... نہیں... میں آپ کو گرفتار نہیں کر سکتا"۔

"تب پھر جائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے جائیں"۔

"جی ہاں! کیوں نہیں... بالکل جا رہا ہوں اور جا رہا ہوں اپنے ساتھیوں کو لے کر"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات... آپ بہت اچھے آدمی ہیں... جائیں شاباش"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ فوراً جانے کے لیے مڑ گیا... باقی لوگ حیرت زدہ انداز میں اسے اور باقی پولیس والوں کو جاتے دیکھتے رہے... آخر محمود سے رہا نہ گیا۔

"یہ اچانک اسے کیا ہو گیا ابا جان؟"

"ہپناٹزم" وہ مسکرائے۔

"لیکن نوبا آپ کے ہپناٹزم کی زد میں نہیں آئے گا"۔

"جب وہ مقابلے پر آئے گا... دیکھا جائے گا"۔ وہ بولے۔

"کیا وہ مقابلے پر آئے گا... کیا ایسا ممکن ہے؟"

"اب اسے آنا ہو گا... مسٹر سام کی موت اسی طرف ہی اشارہ کر رہی ہے"۔

"جی... کیا مطلب... سام کی موت کی وجہ سے نوبا کو میدان آنا پڑے گا؟"

"ہاں شاید... میں ابھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا... صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ سام، اس کا کوئی خاص آدمی تھا... اس کی موت نے اسے ہلا ڈالا... اور جب اس نے معلوم کیا کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے تو اسے اور زیادہ پریشانی ہوئی... لہٰذا اب اس نے ہماری گرفتاری کے لیے ان لوگوں کو بھیجا تھا... جب یہ ناکام لوٹیں گے تو وہ پھر کسی کو بھیجے گا... اور آخر میں اسے خود آنا ہو گا"۔

"ارے باپ رے... تو کیا پورے ملک کی فوج اور پولیس ہمیں گرفتار نہیں کر سکے گی... وہ چاہیں گے تو اس ہوٹل کو ویسے ہی بموں کے ذریعے تباہ کر دیں گے... آخر ان کے لیے ایسا کرنا کیا مشکل ہے؟" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! وہ ایسا کرے گا.... یہاں فوج اور پولیس آئے گی.... اور
ہوٹل کو تباہ کرے گی"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"تب پھر؟"

"پھر یہ کہ.... ہم اس وقت یہاں نہیں ہوں گے.... بلکہ ہمیں
فوری طور اس جگہ کو خالی کرنا ہے.... اور اب ہمیں جہاں رہنا ہے....
اس جگہ کا سراغ نوبا نہیں لگا سکے گا"۔

"ٹھیک.... کیا واقعی.... شہر میں کوئی ایسی جگہ ہے؟"

"ہاں! کیوں نہیں.... آؤ جلدی کریں.... تمام ہیروں کو فارغ کر
دو.... ان سے کہ دو.... ہوٹل میں جس قدر دولت ہے.... سب آپس
میں تقسیم کر لیں اور ہوٹل سے جلد از جلد نکل جائیں.... کیونکہ بہت
جلد اس ہوٹل کو بموں کے ذریعے تباہ کر دیا جائے گا"۔

"بہت خوب! وہ بولے اور پھر حرکت میں آ گئے۔

جلد ہی وہ سب وہاں سے نکل رہے تھے.... سارے کے سارے
انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے تھے اور ایسا سام کی موت کی وجہ
سے ہوا تھا.... ورنہ اس ہوٹل کو انہوں نے اپنا قلعہ بنا لیا تھا.... اور
اس میں رہ کر وہ نوبا کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے.... لیکن اب انہیں احساس
ہوا.... اس لباس کے باوجود نواب کا مقابلہ آسان نہیں تھا.... اس کی
سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہیں معلوم نہیں تھا.... کہ نوبا کہاں
ہے.... اور نوبا خود ان کے مقابلے میں آ نہیں رہا تھا.... اسے خود آنے

ی ضرورت بھی کیا تھی.... صدر کی شکل میں پورا ملک اس کے قبضے
یں تھا۔

آخر وہ انسپکٹر جمشید کے ایک خفیہ ٹھکانے پر پہنچ گئے.... اس
ٹھکانے کے پچھلی طرف ایک بہت بڑی گہری جھیل تھی.... جھیل کے
کنارے ہر وقت ایک کشتی موجود رہتی تھی.... اس کشتی میں خاص بات
یہ تھی کہ وہ آب دوز کے طور پر بھی استعمال میں آ سکتی تھی.... وہ
سب اس میں بیٹھ گئے اور جھیل کی تہ میں اتر گئے۔

"اس جگہ وہ ہمارا سراغ نہیں لگا سکتا.... ہاں اگر جھیل میں
اترتے دیکھ لیا گیا ہے.... تب ہمیں حملہ آور آبدوزوں کا سامنا کرنا
پڑے گا.... اور یہ جھیل ہے.... سمندر نہیں.... لہٰذا ہم فوری طور پر
ڑے جائیں گے"۔

"مطلب! یہ کہ خطرہ بدستور سر پر موجود ہے"۔

"ہاں! نوبا کا خطرہ کوئی عام خطرہ نہیں ہے.... اس جیسے خطرے
سے ہمارا سابقہ پہلے کبھی نہیں پڑا ہو گا"۔

"پھر وہی سوال ذہن میں گونج رہا ہے.... آخر وہ مستقبل کی
باتیں کس طرح دیکھ لیتا ہے.... بلکہ ان کو فلم بند کس طرح کر لیتا
ہے"۔

"جونہی یہ راز معلوم ہوا.... ہم نوبا کو دبوچ لیں گے"۔

"لیکن کیسے.... وہ تو ہمیں نظر ہی نہیں آتا"۔

"ارے ہاں... کیوں نہ ہم صرف اس پر غور کریں کہ توبا ہے
کہاں... آخر پہلے پہل بھی تو اسے لوگوں نے دیکھا تھا... وہ سیٹھ جاد
سے باقاعدہ ملا تھا... پھر اس کا رابطہ کنگ سے ہوا تھا... اور کنگ سے
تو اس کی بار بار ملاقات ہوئی تھی... اس کے بعد سے پھر وہ غائب ہو
گیا"۔

"تب پھر ہم اس کا سراغ لگائیں تو کیسے"۔

"انگلیوں کے نشانات سے"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا مطلب... انگلیوں کے نشانات سے"۔

"ہاں! کنگ کے مرنے کے بعد اس ہٹ کا معائنہ کیا گیا تھا...
وہاں توبا کی انگلیوں کے نشانات ملے ہوں گے"۔ شوکی نے جلدی جلدی
کہا۔

"ہٹ سے اگر انگلیوں کے نشانات ملے بھی تھے تو ان سے بھلا
ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں... یہ تو صرف اس صورت میں ممکن ہے...
جب کچھ لوگوں پر ہمیں شک ہو کہ ان میں سے کوئی توبا ہے... اور ہم
ان سب کی انگلیوں کے نشانات لے کر ان نشانات سے ملا لیں"۔ محمود
نے جلدی جلدی کہا اور ساتھ میں شوکی کو گھورا بھی۔

"تو اس میں گھورنے والی کیا بات ہے؟" شوکی نے بھی جواب
میں اسے گھورا۔

"فی الحال شوکی کی بات مفید نظر نہیں آتی... لیکن ہمیں اس کی

انگلیوں کے نشانات کو حاصل تو کرنا چاہیے"۔

"اور کیا یہ کام آسان ہو گا... ہم اکرام سے رابطہ نہیں کر
سکتے... اسی طرح فنگر پرنٹ سیکشن سے بات نہیں کر سکتے... اس طرح
توبا کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے گا"۔

"لیکن ہم... ان نشانات کو چرا تو سکتے ہیں"۔ آصف نے کہا۔

"کنگ... کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"بالکل ٹھیک... آصف تم اپنے ساتھ دو یا تین کو لے جاؤ...
اور وہ نشانات چرا لاؤ"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

"اسے کہتے ہیں... جو بولے وہی کنڈا کھولے"۔

"یہ کنڈا کیا ہوتا ہے"۔ اخلاق بول اٹھا۔

"آج کل ہم اس کو چٹخنی کہتے ہیں... کنڈوں کا زمانہ اب ختم ہو
گیا"۔

"میرے ساتھ کون جائے گا؟" آصف نے اعلان کرنے والے
انداز میں کہا۔

"جو جائے گا... منہ کی کھائے گا"۔ فاروق بول اٹھا۔

"تب پھر... کم از کم تم تو نہ جاؤ"۔

"شکریہ... نہیں جاؤں گا"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کام چور کہیں کا"۔ فرزانہ نے اسے گھورا۔

"حد ہو گئی... اس میں کام چوری کہاں سے نکل آئی"۔ فاروق

نے آستینیں چڑھائی۔

"بھئی لڑو نہیں... اور جلدی سے تیار ہو جاؤ... ہم صرف چند لمحوں کے لیے سطح پر جائیں گے"۔

"بہت بہتر... آصف میں جاؤں گا تمہارے ساتھ"۔ محمود نے کہا۔

"بہت خوب"۔

"اور میں بھی"۔ شوکی بولا۔

"بس! ہم تین ہی کافی ہیں... زیادہ بندوں کا جانا مناسب نہیں ہو گا"۔ آصف نے کہا۔

"میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اور پھر لانچ کو سطح پر لایا گیا... وہ بلا کی رفتار سے اس سے اتر آئے اور لانچ پھر پانی میں چلی گئی۔

"یہ لوگ تو ہو گئے محفوظ... رہ گئے ہم... مطلب یہ کہ ہم ہو گئے بالکل غیر محفوظ... اب ہم کیا کریں؟"

"کرنا کرانا کیا ہے... اللہ کا نام لے کر فنگر پرنٹ سیکشن میں چلتے ہیں... آگے جو ہو گا' دیکھا جائے گا"۔ آصف بولا۔

انہوں نے خفیہ عمارت سے ایک چھوٹی کار نکالی... اس پر سرکاری نمبر پلیٹ لگی ہوئی تھی... وہ اس میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے... اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے... سردیوں کا آغاز تھا... لہٰذا ہو

کا عالم تھا... سڑکیں سنسان تھیں... وہ بغیر کسی رکاوٹ کے دفتر تک پہنچ گئے... محمود کو تمام راستوں کا پہلے ہی علم تھا... معاملہ صرف چوکیدار کا تھا... اور وہ دروازے پر موجود تھا... تاہم اونگھ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے... بے ہوش کر دیں"۔ محمود نے ان سے اشاروں میں کہا۔

"ہاں اور کیا کر سکتے ہیں"۔ آصف نے سر ہلایا۔

اب محمود دبے پاؤں آگے بڑھا... چوکیدار کا منہ دوسری طرف تھا... نزدیک پہنچتے ہی اس نے ایک رومال جیب سے نکال کر اس کے ناک سے لگا دیا... وہ بے چارہ کرسی سے فرش پر ڈھلک گیا... محمود نے اسے سنبھال لیا... تاکہ چوٹ نہ لگے اور نرمی سے فرش پر لٹا دیا... اب وہ آگے بڑھے... بڑے دروازے پر تالا تھا... لیکن اس کو کھولنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا... مین گیٹ سے وہ داخل ہوئے تو سامنے ایک لمبی سی سڑک تھی... اور اس سڑک کے دونوں طرف کمرے تھے... محمود نے ایک کمرے کے سامنے جا کر دم لیا... اس کمرے کے دروازے پر بھی تالا لگا ہوا تھا۔

"یہ تو ہم بہت آسانی سے کامیاب ہو گئے"۔ محمود نے خوش ہوتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔

"دراصل تو ہا اب حکومت کے نشے میں رہتا... حکومت کا نشہ بہت برا ہوتا ہے... یہ نشہ انسان کو بالکل بے خبر بنا دیتا ہے... لہٰذا وہ

بے خبر ہے"۔

"چلو خیر.... ہمارے حق میں تو یہ اچھا ہی ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

محمود تالے پر جھک گیا اور اس کو کھولنے کی کوشش کرنے لگا.... ماسٹر چابی اس کے ہاتھ میں تھی۔

"م.... میں.... میں"۔ شوکی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے؟" دونوں نے اسے گھورا۔

"کیا.... کیا آپ دونوں کچھ محسوس نہیں کر رہے؟" شوکی نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"کیا محسوس نہیں کر رہے.... یہاں محسوس کرنے کے لیے ہے ہی کیا؟" آصف بولا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ"۔ شوکی ہکلایا۔

"اس کا کیا ہے.... ہوتی ہی رہتی ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اوہو بھئی.... اس کی بات تو سن لو"۔ محمود مسکرایا۔

"اچھا شوکی.... بولو.... کیا ہے"۔

"خ.... خ"۔ شوکی کے حلق میں آواز پھنس گئی۔

"کیا بات ہے بھئی.... کیا خ خ لگا رکھی ہے.... یہ خ خ کیا ہوتا ہے؟"

"خ.... خ"۔ اس نے پھر کہا۔

"پھر وہی خ خ"۔ آصف جھلا اٹھا۔

"خطرہ.... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں"۔

"شوق سے محسوس کرتے رہو.... روکا کس نے ہے.... ارے ہئیں.... کیا کہا.... خطرہ محسوس کر رہے ہو"۔

"ہاں! خطرہ!!" شوکی نے مارے خوف کے کانپ کر کہا۔

"اماں جاؤ"۔

عین اس وقت دروازہ کھل گیا۔

○☆○
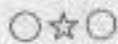
کس دو

تینوں اندر داخل ہوئے.... ریکارڈ روم میں کوئی نہیں تھا۔

"کہاں گیا وہ تمہارا خطرہ.... ہیں؟" آصف نے طنزیہ کہا۔

"ہم.... میں.... میں کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"بس کچھ نہ کہو.... صرف خاموش رہو.... اور میں چند منٹ میں ریکارڈ تلاش کر لوں گا"۔

"جلدی کریں.... میرا خوف اب تک اپنی جگہ موجود ہے"۔ شوکی نے کہا۔

"یار تمہیں ساتھ نہیں لانا چاہیے تھا"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"تب پھر مجھے واپس چھوڑ آئیں"۔

"تمہارا مطلب ہے.... پہلے ہم تمہیں واپس چھوڑ کر آئیں۔ اور پھر یہاں آکر ریکارڈ تلاش کریں"۔ آصف نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں! میں یہی پسند کروں گا"۔

"حد ہو گئی.... ہم اتنے پاگل نہیں"۔ محمود بولا۔

"جی.... جیسے آپ کی مرضی"۔

"مت ڈرو.... دور دور تک کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

"اچھا.... چھا.... ہم.... میں کوشش کرتا ہوں"۔

"کس بات کی کوشش؟" آصف نے اسے گھورا۔

"نہ ڈرنے کی"۔

"حد ہو گئی.... اس سے تو بہتر تھا' ہم فاروق کو ساتھ لے آتے.... وہ ہمارا اتنا وقت ضائع نہ کرتا"۔

"تو اب جا کر اسے لے آئیں"۔ شوکی نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"آخر ہو کیا گیا ہے.... یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

"اسی لیے تو ڈر رہا ہوں"۔

"کیا مطلب.... اگر یہاں کوئی موجود ہوتا تو تم نہ ڈرتے"۔

"نہیں.... پھر ڈرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ شوکی مشکل سے مسکرایا۔

"یار تم تو ہمیں پاگل کر دو گے.... اچھا تم باہر چل کر اس بے ہوش چوکیدار والی کرسی پر بیٹھو"۔

"ارے باپ رے.... اور مشکل کام"۔

"توبہ ہے تم سے.... اچھا صبر کرو.... ابھی چند منٹ کی بات ہے"۔ آصف نے جل کر کہا۔

"یہی کرنا ہو گا"۔ شوکی نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"کیا کرنا ہو گا؟" محمود نے اسے گھورا۔

"سب... اور کیا؟"

عین اس وقت تالا کھل گیا... اب وہ ریکارڈ کو جلدی جلدی دیکھنے لگے... انہیں اس تاریخ کا ریکارڈ دیکھنا تھا... جب کنگ کی لاش ملی تھی... آخر وہ تاریخ مل گئی۔

اور پھر وہ خوش ہو گئے... وہاں توبا کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔

"واہ... مزا آ گیا"۔

"تت... تو کیا... اب ہم مسٹر توبا کو تلاش کر لیں گے"۔

"پتا نہیں... لیکن ان نشانات کی وجہ سے بہرحال وہ کبھی نہ کبھی پکڑا ضرور جا سکے گا"۔

"چلیے خیر... یہ کام تو ہوا... اب واپسی کی کریں"۔ شوکی نے کہا۔

"اب تک شوکی... تمہارا ڈر بالکل فضول ثابت ہوا"۔

"خدا کا شکر ہے"۔ اس نے فوراً کہا۔

دونوں مسکرا دیے... پھر محمود نے اس ریکارڈ کو اپنے لباس میں ایک خاص جگہ چھپایا اور دروازے کی طرف مڑے۔

اچانک انہیں ایک جھٹکا لگا۔

"یہ... یہ دروازہ کس نے بند کیا تھا؟"

"میں نے... میں نے تو نہیں کیا"۔ شوکی کانپ گیا۔

"اور میں نے بھی نہیں بند کیا تھا"۔

"تب پھر... کیا ہمارے فرشتوں نے بند کیا ہے؟"

"فرشتے ایسے کام نہیں کرتے... انہیں تو اللہ تعالیٰ نے جس کام پر لگا دیا... بس اسی کام میں لگے رہتے ہیں"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔ محمود نے کہا اور دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا... لیکن وہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

"تب پھر... اب کیا کریں"۔

"دروازہ بہت مضبوط ہے... ہم سے نہیں ٹوٹے گا... ابا جان یا انکل ساتھ ہوتے تو ضرور ٹوٹ جاتا"۔

"تت... تو انہیں بلا لیتے ہیں"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"یار چپ رہو... تم تو ہمارے لیے بالکل فاروق ثابت ہو رہے ہو... ایک دم نکمے... اور باتونی"۔

"اس میں شک نہیں"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"کس میں شک نہیں؟"

"یہ کہ میں ایک دم نکما اور باتونی ہوں"۔

"اچھا چپ رہو... اور ہمیں سوچنے دو... اب ہم کیا کریں"۔

عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔

"اب پتا چلا... میں اگر خوف محسوس کر رہا تھا تو کچھ غلط نہیں

کر رہا تھا"۔ شوکی مسکرایا۔

محمود اور آصف اسے گھور کر رہ گئے۔۔۔۔ کہتے بھی کیا۔۔۔ اسی وقت باہر سے کسی نے بلند آواز میں کہا۔

"دفتر کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔۔۔ تم لوگوں کے فرار کے تمام راستے بند ہیں۔۔۔ لہٰذا سیدھی طرح خود کو قانون کے حوالے کر دو"۔

محمود فوراً حرکت میں آیا اور اندر سے دروازے کی چٹخنی لگا دی۔۔۔ پھر پرسکون آواز میں بولا۔

"کیا باہر کوئی ذمے دار آفیسر موجود ہے؟"

"ذمے دار آفیسر۔۔۔ کیا مطلب؟"

"آپ سب انسپکٹر اکرام کو بلا لیں۔۔۔ ہم دروازہ کھول دیں گے"۔

"ہمیں دروازہ کھلوانے کی جلدی نہیں۔۔۔ وہ تو آپ جب بھوک پیاس سے بلبلانے لگیں گے۔۔۔ تو خود دروازہ کھول دیں گے"۔

"شکریہ۔۔۔ بس تو پھر آپ آرام کریں۔۔۔ یا پھر سب انسپکٹر اکرام کو لے آئیں"۔

"وہ بے چارہ آنے کے قابل کہاں ہے"۔

"کک۔۔۔ کیا ہوا؟"

"انسپکٹر جمشید کے وفادار ترین لوگوں کو تو بہت دن ہوئے گرفتار

کر لیا گیا تھا"۔

"کیا۔۔۔ نہیں"۔

"اور وہ بے چارے جیل میں سڑ رہے ہیں۔۔۔ اور انہیں گلا ہے انسپکٹر جمشید سے کہ انہوں نے ان کا خیال تک نہیں کیا"۔

وہ سکتے میں آ گئے۔۔۔ پھر محمود نے کہا۔

"ان کے ساتھ اور کون کون ہیں"۔

"حوالدار محمد حسین آزاد' حوالدار توحید احمد' اور کئی دوسرے"۔

"اوہ اوہ"۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"یہاں سے فارغ ہو کر اب ہمیں ان کو چھڑانا ہو گا"۔

"پہلے خود کو تو چھڑا لو۔۔۔ اب اگر تم نے دروازہ نہ کھولا تو ایک چھوٹے سے بم کے ذریعے اس کو توڑ دیا جائے گا۔۔۔ موجودہ حکومت کو اس بات سے کوئی پروا نہیں کہ اس ملک کا کیا کیا ٹوٹتا پھوٹتا ہے لہٰذا ہم دھماکا کرنے جا رہے ہیں' اس دھماکے کی وجہ سے آپ کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے"۔

"کچھ بھی ہو۔۔۔ ہم دروازہ خود تو نہیں کھولیں گے۔۔۔ آپ دھماکا کر کے ہمیں یہاں سے نکال لیں"۔

"کوئی حرج نہیں۔۔۔ دروازہ اڑا دو بھئی"۔ باہر سے کہا گیا۔

"آخر اس کا کیا فائدہ"۔ شوکی نے ان دونوں سے کہا۔

"تو کیا دروازہ کھول کر خود کو ان کے حوالے کر دیں؟"

"ہاں! اس میں ہمارا فائدہ ہے"۔ شوکی نے دبی آواز میں کہا۔

"اوہ اچھا"۔ محمود نے چونک کر کہا' پھر بلند آواز میں بولا۔

"ہم دھماکا نہ کریں.... ہم دروازہ کھول رہے ہیں"۔

"بہت خوب.... یہ ہوئی نا بات"۔

اور پھر محمود نے دروازہ کھول دیا.... انہیں فوراً" جکڑ لیا گیا.... ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں.... اچھی طرح تلاشی لی گئی.... لیکن" ریکارڈ انہیں نہ مل سکا۔

"یہاں سے جو کچھ تلاش کیا ہے.... وہ کہاں ہے؟"

"کیا آپ نے ہماری تلاشی نہیں لی"۔

"ہاں! لیکن تم لوگ چیزیں چھپانے کے ماہر ہو"۔

"پھر تلاشی لے لیجیے"۔

"نہیں.... تم خود نکال کر دے دو"۔

"اس الماری سے نکال کر دے دیتا ہوں"۔

"نہیں.... اپنے پاس سے.... تم نے اپنے لباس میں کہیں نہ کہیں چھپا رکھا ہے"۔

"حد ہو گئی.... اچھا بابا.... یہ لیں"۔

اس نے ایک جیب سے چند کاغذات نکال کر دے دیے' انہوں نے ان کاغذات کو چیک کیا.... پھر ایک نے کہا۔

"ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے"۔ اس نے منہ بنایا

"اس میں ہمارا کیا قصور.... یہاں آپ نے جو کچھ رکھا ہے.... ان میں سے ہم نے یہ نکالا ہے"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ یوں نہیں مانیں گے.... یہ لاتوں کے بھوت ہیں.... کمرۂ امتحان میں لے جانا پڑے گا"۔

"اوہ اچھا"۔ ان کے انچارج نے چونک کر کہا۔

اب انہیں اس کمرۂ امتحان میں لایا گیا.... جس میں وہ خود مجرموں کو لاتے رہے تھے.... ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"کیا ہوا.... تم تو رونے لگے.... ہم نے تو سنا ہے.... تم بہت بہادر ہو"۔

"ہم اس لیے نہیں رو رہے کہ خوف محسوس ہو رہا ہے"۔

"تب پھر؟" انہوں نے کہا۔

"اس لیے رو رہے ہیں کہ کل تک ہم یہاں مجرموں کو لاتے رہے ہیں.... آج خود یہاں لائے گئے ہیں.... جب کہ ہم مجرم نہیں ہیں.... قوم کے ہیروز پر کبھی کبھی ایسا وقت آتا ہے.... اور جن لوگوں پر ایسے وقت آئے ہیں.... ہم آج ان کے لیے رو رہے ہیں' اپنے لیے نہیں"۔

"کیا مطلب.... تم کن لوگوں کی باتیں کر رہے ہو"۔

"ان لوگوں کی.... جنہوں نے انگریز کے خلاف جانیں لڑائیں....

اور اس قسم کی ہزاروں سختیاں برداشت کیں.... جس قسم کی آج ہم
برداشت کرنے جا رہے ہیں"۔

"بس دو انہیں مشینوں پر"۔

اس نے حکم دیا۔

○☆○

نوبا کی طاقت

پھر جونہی انہیں مشینوں پر کسا گیا.... انہیں نانیاں دادیاں یاد آ
گئیں.... وہ بے تحاشا چیخنے لگے.... آخر بے ہوش ہو گئے.... آنکھ کھلی
تو وہ لوگ انہیں ہوش میں لانے کی تدابیر کر رہے تھے۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"کس سلسلے میں پوچھ رہے ہیں؟" محمود نے منہ بنایا۔

"تم لوگوں نے ریکارڈ روم سے کیا چرایا ہے؟"

"نہیں بتا سکتے"۔ آصف بولا۔

"اور وہ کہاں چھپایا ہے؟"

"واہ.... اگر اس سوال کا جواب دے دیا.... تو پہلے سوال کا
جواب تو تمہیں خود بخود مل جائے گا"۔ شوکی ہنسا۔

"ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو.... یا تو تم یہ بتاؤ گے.... کہ کیا چرایا
ہے اور کہاں چھپایا ہے یا ہم ان مشینوں کے بٹن پھر دبائیں گے"۔

"ان مشینوں سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم"۔ محمود
نے گنگنا کر کہا۔

"اچھا... ابھی تم میں اتنی ہمت ہے... کہ گنگنا سکو"۔

"گنگنانے سے پہلے یہ مجھے بھی نہیں معلوم تھا"۔ محمود نے کہا۔

"حد ہو گئی... بٹن دبا دو بھئی... یہ ایسے نہیں مانیں گے"۔

"ایک منٹ جناب ایک منٹ"۔ شوکی پکارا۔

"کیوں نکل گئی جان؟"

"ابھی نہایں... جب نکلے گی آپ کو پتا چل جائے گا"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یار آصف انھیں وہ دے دو... جو یہ ہم سے مانگ رہے ہیں"۔

"کیا دے دوں... خبردار جو کمزوری دکھائی تو"۔ محمود گرجا۔

"اوہو... بات کو سمجھا کرو... بس تم انھیں وہ دے دو"۔

"اوہو... آخر کیا دے دوں"۔

"یار آصف... یہ حضرت تو سمجھ ہی نہیں رہے"۔ شوکی نے جل کر کہا۔

"کک... کیا نہیں سمجھ رہے"۔ آصف بولا۔

"جو میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں"۔

"اور تم کیا سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو؟" آصف نے چلا کر کہا۔

"جو یہ نہیں سمجھ رہے"۔

"دماغ نہ چاٹو"۔

"ان مشینوں میں کسے جانے کے بعد دماغوں میں رہ ہی کیا گیا ہے کہ میں انھیں چاٹوں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"ارے بھائی تو خاموش تو رہ سکتے ہو"۔ محمود چیخا۔

"آپ ایسا کریں... مجھے اس مشین سے نکال کر الگ لے چلیں... میں بتاؤں گا... ہم نے کیا چرایا ہے اور وہ چیز ہم میں سے کس کے پاس ہے... اور کہاں ہے؟"

"خبردار شوکی... مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔

"بھائی سمجھا کرو"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا سمجھا کرو"۔

"اس وقت یہ مشین تم سے بری لگ رہی ہے... اور تم کہہ رہے ہو... مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔

"افسوس... صد افسوس"۔ آصف نے سرد آہ بھری۔

"ہو گا... مجھے کیا"۔

"اسے مشین سے نکال لو"۔

"اللہ آپ کا بھلا کرے"۔ شوکی خوش ہو گیا۔

"اس غداری کی سزا تمہیں ملے گی... اس بات کو یاد رکھنا شوکی"۔

"اچھی بات ہے... یاد رکھوں گا... لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہو گا

کہ غداری کی سزا دیتے وقت ہی آپ یاد کرا دیں کہ یہ آپ کی غداری کی سزا ہے"۔

"جاؤ جاؤ... ہمارا دماغ نہ چاٹو"۔

اسے الگ کمرے میں لے چلو"۔ حکم دیا گیا۔

اور پھر وہ شوکی کے گرد جمع ہو گئے۔

"ہاں! اب بتاؤ... تم کیا بتا سکتے ہو؟"

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں"۔ شوکی بولا۔

"تم تینوں نے فنگر پرنٹ نیکشن سے کیا چیز چرائی ہے؟"

"بس... صرف اتنی سی بات کے لیے تم نے ہمیں اس قدر تکلیف دی... کمال ہے"۔

"کیوں... کیا ہم پہلے ہی یہ بات تم تینوں سے نہیں پوچھتے رہے... پھر کیوں نہ جواب دیا"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"اچھا خیر... اب لکھ لیں میں بتانے لگا ہوں"۔ شوکی نے کہا۔

"اوہو... تو اس میں لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں جو کچھ بتاؤں گا... وہ بات ریکارڈ پر آ جائے گی... یہ فائدہ ہو گا"۔

"اچھا بابا... چلو بھئی... لکھو... جو یہ لکھوانا چاہتا ہے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! یہ بات ہوئی نا... ویسے آپ ہیں بہت اچھے"۔

"تم ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو"۔ آفیسر نے اسے گھورا۔

"میں تو اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا... آپ کیا کیا کروں گا"۔ شوکی مسکرایا۔

"سر... یہ ہمیں الو بنا رہا ہے"۔ ایک ماتحت نے کہا۔

"اس کی ابھی ضرورت نہیں مجھے"۔ شوکی فوراً بولا۔

"کیا مطلب... یہ کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" آفیسر نے چلا کر کہا اور اس کی طرف مڑا۔

"اگر آپ سمجھ گئے ہیں تو میں بتا کر کیا کروں گا... اور اگر نہیں سمجھے تو میں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا"۔

"تم انسان ہو یا گھن چکر"۔

"جو آپ سمجھ لیں... بس میں وہی ہوں"۔

"اب یا تو تم یہ بتاؤ گے... کہ کیا چرایا ہے اور تم میں سے کس کے پاس ہے... یا پھر ہم تمہیں وہیں لے چلیں گے... اور پھر سے آخری مشین میں کس دیں گے"۔

"یہ سب سے اچھی بات ہو گی"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب... ہم نے تو سنا ہے... وہ مشین موت کی مشین ہے"۔

"بالکل ٹھیک سنا ہے"۔

"تب پھر یہ سب سے اچھی بات کیونکر ہو گی؟"

"اس طرح کہ ادھر تم مجھے اس میں کس دو گے.... ادھر میں دوسری دنیا میں پہنچ جاؤں گا اور یہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں.... دوسری دنیا میں بہرحال انسان کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے.... کوئی ایسا نہیں جو نہ گیا ہو.... کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں"۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"بس تو پھر یہ تیاری کریں اس دن کی.... وہ دن آ کر رہے گا.... کیوں ان جھمیلوں میں پڑے ہیں"۔

"اور تم خود کیوں پڑے ہوں ان جھمیلوں میں؟"

"ہم تو انسانوں کی بھلائی کے لیے یہ سب کر رہے ہیں.... کیونکہ اس مرتبہ شیطانی قوتیں ہمارے خلاف جمع ہو گئی ہیں"۔

"تم اور نوبا کا مقابلہ کرو گے.... بے وقوف.... تم تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ اب نوبا کی طاقت کہیں بڑھ چکی ہے.... انکارجہ' بیگال' شلوجستان وناس' شاناکا اور برنائن جیسے ملکوں نے اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے ہیں"۔

"کیا مطلب.... اس قدر جلد یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"جو حکمران اس کی بات نہیں مانتا.... وہ اس کا تختہ چند دن میں الٹوا دیتا ہے.... پتا نہیں وہ یہ کیسے کرتا ہے.... لیکن یہ حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑا ملک اس وقت نوبا سے کانپ رہا ہے.... گویا عملی طور پر اس وقت نوبا دنیا پر حکومت کر رہا ہے.... اور کسی کو معلوم تک نہیں"

"اگر کسی کو معلوم تک نہیں تو تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہے؟" شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نوبا کا خاص آدمی ہوں.... خاص مہموں پر وہ اپنے خاص آدمی بھیجتا ہے.... اسے یہ مہم بھی خاص محسوس ہوئی تھی.... لہٰذا اس نے مجھے بھیج دیا"۔

"وہ خود کہاں ہے؟"

"یہ آج تک کوئی نہیں جان سکا.... تاہم اب اس کے احکامات ملک کے صدر کے ذریعے نشر ہوتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"ملک کا صدر جو حکم دیتا ہے.... پوری دنیا اسے نوبا کا حکم مانتی ہے"۔

"ارے باپ رے.... اس طرح تو پھر ہمارے صدر کی اہمیت بہت بڑھ گئی"۔

"ہاں! لیکن حقیقت میں تو اہمیت نوبا کی ہے"۔

"ہوں.... خیر اچھا.... اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"وہ چیز جو تم نے چرائی ہے"۔

"او کے.... آئیے.... میں آپ کو وہ دلوا دیتا ہوں.... لیکن پھر شرط یہ ہو گی کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں گے"۔

"ہرگز نہیں.... تم لوگوں کو قید میں ڈالا جائے گا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... آپ اس قدر ظالم کیوں ہیں"۔

"ٹوبا کا اور ظلم کا چولی دامن کا ساتھ ہے.... جہاں ٹوبا وہاں ظلم.... جہاں ٹوبا نہیں.... وہاں ظلم نہیں.... اور اسی لیے جہاں ظلم نہیں ہو رہا ہوتا.... ٹوبا خود وہاں پہنچ جاتا ہے"۔

"حد ہو گئی یعنی کہ.... اچھا چلئے.... پھر آپ کہیں گے.... ہمارا وقت ضائع کر رہا ہے"۔

"وہ تم پہلے ہی کر چکے"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"افسوس.... اب کچھ نہیں ہو سکتا.... اس لیے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں"۔

"تم باتیں بہت کرتے ہو"۔

"اگر کم باتیں کرنے والا ساتھی پسند ہے تو پھر میری بجائے دوسرے کو لانا چاہیے تھا.... وہ بہت کم گو ہے"۔

"تو کیا کاغذات اسی کے پاس ہیں؟" اس نے فوراً کہا۔

"آپ گھوم پھر کر کاغذات پر ہی کیوں آ جاتے ہیں.... جب ٹوبا اس قدر طاقت ور بن چکا ہے.... تو پھر آخر اسے اس قدر معمولی چیز کی کیا پروا ہو سکتی ہے؟"

"یہ وہ جانے.... اس نے مجھے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ ہوٹل البراٹو میں گڑبڑ ہوئی ہے.... اس گڑبڑ کا نام و نشان مٹا دو.... یہ اس نے وضاحت نہیں کی تھی کہ کیا کرنا ہے.... اور کیا نہیں.... اب جو میں کر

رہا ہوں.... وہ صرف اپنی عقل سے کر رہا ہوں.... یہ اس کا حکم نہیں ہے"۔

"اوہ اچھا.... تب تو آپ بہت اچھا کر رہے ہیں.... ہم تو بلاوجہ پریشان ہو گئے تھے"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب.... کس بات پر پریشان ہو گئے تھے"۔

"اس بات پر کہ ہمارے بارے میں مکمل طور پر ہدایات مسٹر ٹوبا نے دی ہیں"۔

"نہیں.... ٹوبا اس سطح پر پہنچ چکا ہے.... کہ تم جیسی چیونٹیاں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں.... یہ تو اس کے ایک خاص آدمی کی موت نے اسے اس طرف متوجہ کر دیا.... اگر سام نہ مرتا تو وہ تم لوگوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا"۔

اس نے تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔

"گویا سام کی موت نے اسے ہماری طرف متوجہ کر ڈالا ہے"۔

انہوں نے پوچھا۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"تو اس نے اپنے علم کے ذریعے کیوں معلوم نہیں کر لیا کہ ہم کون ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں.... اور اس وقت کیا چیز ہم نے چرائی ہے.... وغیرہ وغیرہ"۔

شوکی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

اسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔
آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

○☆○
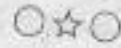
خوفناک آواز

چند لمحے خاموشی طاری رہی.... پھر اس نے کہا۔

"میں نہیں جانتا... اسے یہ بات کیوں معلوم نہیں ہو سکی"۔

"تب پھر آپ ایک تجربہ کر لیں"۔

"تجربہ... کیا مطلب.... کیسا تجربہ"۔

"آپ کو بھی مزا آجائے گا"۔ شوکی نے کہا۔

"مزا آجائے گا... آخر کیسے؟"

"توبا سے بات کریں.... اس سے پوچھیں.... وہ اپنے علم کا زور لگا کر بتائے.... ہم کون ہیں.... اور وہ چیز کیا ہے.... جو ہم نے چرائی ہے.... اور وہ چیز جو ہم نے چھپائی کہاں ہے"۔

"میں نے بتایا نا... اسے اتنی فرصت نہیں"۔

"آپ سمجھے نہیں... آپ یہ تجربہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا... توبا ہر چیز جاننے کی قدرت نہیں رکھتا.... ہر چیز کا علم صرف اور صرف ایک ذات کو ہے.... اور وہ ذات ہے باری تعالیٰ کی.... اللہ رب العزت کی"۔

"یہ تم کیا باتیں لے بیٹھے"۔

"میں نے کہا ہے... آپ ذرا تجربہ تو کریں... آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی"۔

"اچھی بات ہے... یہ بھی سہی"۔

اس نے جیب سے وائرلیس جیسا ایک آلہ نکالا اور اس کا بٹن آن کرتے ہوئے بولا۔

"ہیلو سر... ہیلو سر... آپ کا خادم چین چوف بول رہا ہوں"۔

وہ یہ جملہ بار بار دہراتا رہا... آخر دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کیا ہے چین چوف"۔ انہوں نے اچانک اپنے صدر کی آواز سنی۔

"سر! ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے... لیکن ان میں سے تین کو... جو سام کی موت کے ذمے دار ہیں... ان لوگوں نے فنگر پرنٹ بیکشن سے کوئی چیز چرائی ہے... میں ان سے وہ چیز حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

"تم بالکل ٹھیک جا رہے ہو مسٹر چین چوف"۔

"شکریہ سر... لیکن یہ لوگ ذرا ٹیڑھی کھیر ثابت ہو رہے ہیں"۔

"ارے تو انہیں سیدھا کر دو... یہ کون سا مشکل کام ہے؟"

"ان کا ایک چیلنج ہے"۔

"ہمیں کسی کے چیلنج سے کیا لینا... تم اپنا کام کرو"۔

"مہربانی فرما کر ان کا چیلنج سن لیں"۔

"اچھا بتاؤ... ویسے ہم بہت مصروف ہیں"۔

"سنیں... چیلنج یہ ہے کہ آپ... مسٹر توبا آپ ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے... یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ کل یہ کیا کریں گے"۔

"کیا مطلب... کیا کہا؟" صدر صاحب چلائے۔

"ہاں سر... ان کا یہی دعویٰ ہے... اور یہ چاہتے ہیں... آپ انہیں بتائیں... یہ کون ہیں... اور کیا ہیں اور وہ کاغذات انہوں نے کہاں چھپائے ہیں"۔

"بہت خوب... میں ابھی بتا دیتا ہوں... یہ اس وقت محکمہ سراغرسانی کے دفتر میں ہیں... جہاں امتحان گاہ ہے"۔

"یس سر... بالکل"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"اچھا! میں صرف چند سیکنڈ میں ان کے بارے میں سب کچھ بتا سکوں گا"۔

"بہت خوب سر"۔

اور پھر خاموشی چھا گئی... چند سیکنڈ گیا... ایک منٹ گزر گیا... اور آواز نہ سنائی دی... پھر اچانک صدر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مسٹر چین چوف.... ان کے لباس اتار دو"۔

"جی.... کیا مطلب؟"

"ان کے لباس اتار دو.... کیا تم بہرے ہو"۔ غرا کر کہا گیا۔

"نہیں.... نہیں سر"۔

"ان کے سوال کا جواب مل جائے گا.... تم ان کے لباس اتار دو"۔

"او کے سر.... ابھی لیں"۔

"جب تم لباس اتار چکو گے.... میں تمہیں بتاؤں گا.... یہ کون ہیں اور کیا ہیں"۔

"او کے سر"۔

آواز بند ہو گئی.... اس نے بھی بٹن آف کر دیا اور ان کی طرف مڑا.... اس کا چہرہ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا.... آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"حیرت ہے.... مسٹر چین چوف.... آپ اس قدر خوف زدہ نظر آ رہے ہیں"۔

"ہاں! میں خوف زدہ ہوں.... جس لہجے میں مسٹر نوبا نے مجھ سے بات کی ہے.... اس لہجے میں بات سننے والا زندہ نہیں رہتا"۔

"لیکن آپ تو بالکل زندہ ہیں.... تھوڑے بہت بھی مردہ نہیں ہیں"۔ شوکی نے کہا۔

"حد ہو گئی.... اسے کمرۂ امتحان میں لے آؤ.... اور تینوں کے کپڑے اتار دو"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"آپ تو برا مان گئے.... یوں بھی زندہ انسان ہی برا مانتا ہے"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"اگر مجھے مسٹر نوبا کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری زبان کاٹ دیتا"۔

"اور آپ کو مسٹر نوبا کا کیا خیال ہے؟"

"یہ کہ وہ نہ جانے تم سے کیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں.... میں نے اگر زبان کاٹ دی.... تو پھر آپ ان سے بات نہیں کر سکیں گے"۔

"لیکن اب تو بقول آپ کے.... وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑنے والا"۔

"ہاں! یہ بات تو ہے"۔

"لیکن مجھے تو ایسا نہیں لگتا"۔

اسی وقت وہ کمرۂ امتحان میں داخل ہوئے.... محمود نے شوکی کو دیکھ کر کہا۔

"وہ آ گیا غدار"۔

"شش.... شکریہ مسٹر محمود"۔ شوکی مسکرایا۔

"اس نے کوئی غداری نہیں کی.... بس ہمارا وقت ضائع کیا.... شاید یہ وقت گزارنے کے چکر میں تھا اور اس میں یہ کامیاب رہا...."

لیکن فائدہ کیا ہوا.... کچھ بھی نہیں"۔ چیمن چوف نے جلدی جلدی کہا۔
"تک.... کیا کہا آپ نے.... کیا یہ سچ ہے"۔
"سو فیصد سچ ہے۔
"شکریہ مسٹر چیمن چوف"۔ شوکی نے شرما کر کہا۔
"کیا نام لیا.... مسٹر چیمن چوف"۔
"ہاں! یہی نام ہے نا.... مسٹر توبا نے انھیں اسی نام سے پکارا تھا"۔
"لیکن یہ کیسا نام ہوا.... ہمارے ملک میں تو اس قسم کے نام نہیں رکھے جاتے"۔
"میں چینی ہوں.... توبا یہاں کے لوگوں پر اعتبار نہیں کرتا.... لہٰذا اس نے اپنے خاص خاص آدمی غیر ملکی رکھے ہوئے ہیں.... اور وہ سب کے سب غیر مسلم ہیں"۔
"اور شاید.... وہ سب کے سب شیطان کے پیروکار ہیں"۔ محمود بول اٹھا۔
"تک.... کیا مطلب"۔ چیمن چوف چلا اٹھا۔
"کیوں.... آپ کو کیا ہوا.... آپ اس طرح کیوں چلائے"۔
"یہ آپ نے کیا کہہ دیا؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔
"تو میں نے ایک درست بات بے خیالی میں کہہ دی.... کیوں بات ہے نا"۔ محمود نے اسے غور سے دیکھا۔

"وہ پ.... پتا نہیں"۔
"تم اپنے بارے میں کہو.... کیا تم شیطان کے پجاری ہو؟"
"م.... میں.... میں"۔ وہ ہکلا کر رہ گیا۔
"حد ہو گئی.... آخر اس طرح م.... میں.... میں کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔
عین اس وقت وائرلیس پر اشارا موصول ہوا.... چیمن چوف نے فوراً سیٹ آن کیا اور بولا۔
"یس سر"۔
"تم نے اب تک ان کے کپڑے نہیں اتروائے"۔
"اتروا رہا ہوں سر"۔
"اتنی دیر کیوں کی"
"وہ سر.... انھوں نے مجھے باتوں میں لگا لیا تھا"۔
"اور تم ان کی باتوں میں لگ کر میرا کام بھول گئے"۔
"نہیں سر.... بالکل نہیں"۔ وہ کانپ گیا۔
"اچھا خیر.... ان کے کپڑے اتروا لو.... سیٹ کو آف نہ کرنا"۔
"او کے سر"۔ اس نے کہا' پھر اپنے ماتحتوں سے بولا۔
"ان کے کپڑے اتار دو"۔
اس کے ماتحت اب ان کی طرف لپکے.... ایسے میں تینوں بلا کی رفتار سے حرکت میں آئے.... اور تین مختلف سمتوں میں کھڑے ہو

گئے۔

"یہ کیا.... یہ تم نے کیا حرکت کی؟" چین چوف بولا۔

"کیا کیا انہوں نے؟" دوسری طرف سے توبا نے پوچھا۔

"یہ اچھل کر ادھر ادھر ہو گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے.... یہ لباس نہیں اتارنا چاہتے۔"

"نیں سر.... ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"انہیں پکڑو.... اور زبردستی کپڑے اتار دو.... نہ اترواسکو تو کپڑے پھاڑ کر الگ کر دو۔"

"آپ فکر نہ کریں سر۔"

"اور چین چوف اگر تم ان کے کپڑے نہ اتار سکے.... تو ایک بدترین موت تمہارا مقدر ہو گی۔"

"نن نہیں سر.... نہیں۔" وہ لرز کر رہ گیا۔

"بس تو پھر.... وہ کرو جو کہا گیا ہے۔"

"پکڑو انہیں بھی۔"

اس کے ماتحت ان کی طرف جھپٹے.... انہوں نے ادھر ادھر چھلانگیں لگائیں.... نتیجہ یہ کہ وہ لوگ آپس میں ٹکرا گئے.... سنبھل کر جب ان کی طرف پلٹے.... تو وہ چین چوف کے سر پر کھڑے نظر آئے۔

"محمود کا ہاتھ بجلی کی طرح حرکت میں آیا.... اور اس نے اس کے ہاتھ سے سیٹ اچک کر آف کر دیا.... ادھر آصف نے اس کی گردن

پر ہاتھ ڈال دیا۔

"مسٹر چین چوف.... سیٹ ہم بند کر چکے ہیں.... اب آپ کا توبا یہاں ہونے والی بات چیت نہیں سن سکتا۔" محمود نے پرسکون آواز میں کہا۔

"آپ کا خیال غلط ہے.... اب ہم اس کی آواز نہیں سن سکتے.... البتہ وہ سن سکتا ہے۔"

"خیر یہی سہی.... سنتا تو ہے وہ.... آپ کو تو اپنی آواز اب نہیں سنا سکتا.... لہٰذا ہم یہ کپڑے نہیں اتاریں گے.... آپ کو اگر اپنی جان بچانا منظور ہو تو ہماری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا.... ورنہ اس وقت آپ ہر طرح سے ہمارے قابو میں ہیں۔"

"آپ.... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم یہاں سے جا رہے ہیں.... اب اگر آپ ہمارے تعاقب میں آئے تو پھر ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"او کے.... آپ مجھے چھوڑ دیں اور چلے جائیں۔" اس نے کہا۔

جونہی اسے چھوڑ کر وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے.... انہوں نے چین چوف کے حلق سے نکلنے والی ایک عجیب خوفناک آواز سنی۔

وہ چونک کر مڑے۔

○☆○

خالی عمارت

انہوں نے ایک ہولناک منظر دیکھا... چین چوف کے دونوں ہاتھ اپنی گردن پر سختی سے جم گئے تھے اور وہ اپنی گردن پر ان کے ذریعے پورا دباؤ ڈال رہا تھا... گویا اپنا گلا خود گھونٹ رہا تھا۔

"ارے ارے! یہ تم کیا کر رہے ہو... چھوڑو اپنا گلا... کیوں اپنی موت آپ مر رہے ہو"۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

تینوں اس کی طرف جھپٹے... اس کے ماتحت مارے حیرت کے بت بنے کھڑے تھے... وہ تو اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکے... تینوں نے اس کے بازو پکڑ کر زور لگانا شروع کیا تاکہ اس کے ہاتھ گردن سے الگ ہو جائیں... ایسے میں اس کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"نہیں باس... نہیں... مجھے چھوڑ دیں باس... جانے دیں... میں ابھی مرنا نہیں چاہتا... بچاؤ... تم مجھے بچاؤ... میرے ہاتھ گردن سے الگ کر دو"۔

اس کے ان الفاظ نے ان کے رونگٹے کھڑے کر دیے... وہ پورا زور

لگا کر تھک گئے... لیکن اس کے ہاتھ الگ نہ کر سکے... یہاں تک کہ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکلتی نظر آئیں... منہ سے جھاگ نکلنے لگا... خرخر کی آواز بلند ہونے لگی... اور پھر ان کے ہاتھوں میں اس نے دم توڑ دیا... اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"یہ... یہ کیا ہوا؟" شوکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"توبا نے اسے مار ڈالا"۔ آصف بولا۔

"توبا... توبا... توبا"۔ محمود چلایا۔

"اب ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے... ہمیں جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا... وہ ہم کر چکے... لہٰذا آؤ چلیں"۔ آصف نے فوراً کہا۔

وہ جانے کے لیے مڑے... لیکن ان کے راستے میں چین چوف کے ماتحت آ گئے۔

"آپ نہیں جا سکتے... آفیسر ہم سے ان کی موت کی تفصیلات معلوم کریں گے... آپ کو یہاں ان کے آنے تک رکنا پڑے گا... بیان دے کر آپ جا سکیں گے"۔

"نہیں! ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی محمود کے ہاتھ میں ایک پنسل تراش نظر آیا... اس نے سرد آواز میں کہا۔

"ہم چاہتے تو آپ کو گولیاں مار سکتے تھے... لیکن ہم بلاوجہ خون بہانے کے عادی نہیں ہیں، لہٰذا صرف تم لوگوں کو بے ہوش کر کے جا

رہے ہیں"۔

"کک... کیا مطلب... وہ ایک ساتھ چلائے۔

اس کے ساتھ ہی محمود نے پنسل تراش فرش پر دے مارا... وہ ایک ہلکے سے دھماکے سے پھٹا... ان کی چیخیں سنائی دیں اور وہ نکلتے چلے گئے۔

انہوں نے جھیل کے کنارے پر پہنچ کر دم لیا... اب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اپنی آمد کی خبر پہنچائی... آب دوز فوراً اوپر آ گئی... وہ اس میں سوار ہو گئے اور تہ میں اتر گئے۔

"کیا رہا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت خوف ناک رہا"۔ شوکی نے کانپ کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے... تم ناکام لوٹے... میں پہلے ہی کہہ رہا تھا... تم تینوں کی بجائے ہم تینوں کو بھیجنا چاہیے تھا"۔ فاروق نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بات پوری سنی نہیں اور تبصرہ شروع ہو گیا"۔ آصف جل گیا۔

"چلو پھر تم پوری بات بتا دو"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

انہیں پوری بات سنائی گئی... مارے حیرت اور خوف کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"جیپن چوف کی موت نے ہمیں بھی خوف میں مبتلا کر دیا ہے...

اس کا مطلب ہے... نوبا واقعی پراسرار طاقتوں کا مالک ہے... خیر... تم
ک ریکارڈ تو لے آئے... اب نکالو اس کو"۔

انہوں نے کاغذات کا معائنہ کیا... اس میں اس نوجوان کی انگلیوں کے واضح نشانات موجود تھے... جس نے ہوٹل میں سیٹھ جامد سے ملاقات کی تھی... اور پھر کنگ سے اس کی ملاقاتیں ساحل پر بنے ہٹ پر ہوئی تھیں... اس ہٹ سے بھی نشانات اٹھائے گئے تھے۔

"اس کا مطلب ہے... ہمارے پاس نوبا کی انگلیوں کے نشانات آ گئے ہیں"۔

"اب ہمیں نوبا کو تلاش کرنا ہو گا... فرزانہ، فرحت، رفعت... کیا تم بتا سکتی ہو، ہم اسے کس طرح تلاش کر سکتے ہیں"۔

"آپ! ہم تینوں کو بھی اجازت دیں... پہلے ہم اپنی کوشش کر لیں... اگر ناکام رہیں تو پھر آپ کو کوئی ترکیب بتا دیں گی"۔

"اس کا مطلب ہے... آصف، محمود اور شوکی کی طرح شہر جا کر کوشش کرنا چاہتی ہو"۔

"جی ہاں! بالکل... ہو سکتا ہے... جب ہم واپس آئیں تو ہمارے پاس نوبا کی انگلیوں کے نشانات ہوں"۔

"وہ تو ہمارے پاس پہلے ہی آ چکے ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"تم غلط سمجھے... ہمیں اس وقت تک یہ معلوم نہیں کہ نوبا کون ہے... یا کس آدمی کے روپ میں ہے... اب اگر ہم کسی آدمی

کے نشانات لے کر آتے ہیں اور وہ نشانات ان نشانات سے مل جاتے ہیں تو وہ آدمی ہی نوبا ہے.... اور اس طرح ہمارا باقی کام آسان ہو جائے گا"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"تم ہمیں بتا دو.... کہیں تم پھنس نہ جاؤ"۔

"ان شاء اللہ ہم نہیں پھنسیں گی.... آپ فکر نہ کریں"۔ فرزانہ بولی۔

"اچھی بات ہے.... تو جاؤ تم بھی"۔

"اور اس کا مطلب ہے.... ان کے بعد باری ہے ہماری"۔ فاروق مسکرایا۔

"ہپ.... پتا نہیں.... یہ تو حالات پر منحصر ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اچھی بات ہے.... ہم کوشش کریں گے.... حالات ہمارے حق میں ہو جائیں"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

اور وہ سب مسکرا دیے.... پھر آب دوز کو لمحے بھر کے لیے سطح پر لایا گیا.... ان تینوں کو اتارتے ہی وہ نیچے چلی گئی.... اس کے ساتھ ساتھ وہ آکسیجن کا انتظام کرتے جا رہے تھے.... ادھر وہ تینوں اپنی کار میں ایک سمت میں روانہ ہو گئیں۔

"جانا کہاں ہے؟" رفعت بولی۔

"ایک خفیہ ٹھکانے پر"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"یہ ٹھکانہ بھی تو خفیہ ہے"۔ فرحت نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں! لیکن اس وقت ضرورت ہے.... اس تک جانے کی"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اچھی بات ہے.... کم از کم اس مہم کی حد تک ہم تمہیں اپنا لیڈر مان لیتے ہیں"۔

"بہت مہربانی"۔ اس نے دانت نکال دیے۔

"بہت شوق ہے تمہیں لیڈر بننے کا"۔ فرحت نے جھلا کر کہا۔

"صبر کرو.... جب ہم کسی مہم کے سلسلے میں تمہارے شہر جائیں گے.... اس وقت میں تمہیں اپنا لیڈر مان لوں گی"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"بھئی واہ.... مزا آ گیا"۔ رفعت نے خوش ہو کر کہا۔

"اس میں مزا کہاں سے آ گیا"۔ فرزانہ نے اسے گھورا۔

"اس میں مزا اس طرح آ گیا کہ جب آپ کسی مہم کے سلسلے میں ہمارے ہی شہر میں آئیں گی.... اس وقت آپ کو ہمیں لیڈر ماننا ہو گا.... اپنے اصول کے مطابق"۔

"وحشت تیرے کی"۔ فرزانہ نے جھلا کر فرحت کی ران پر ہاتھ مارا۔

"نظر کمزور ہو گئی ہے.... تمہاری.... کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ"۔

"اچھا.... مشورے پر عمل کروں گی"۔

"اور نتیجے سے مجھے آگاہ کرنا.... کہ کتنے نمبر کی عینک لگی ہے"۔ فرحت نے کہا۔

"کیا ہو گیا.... انگارے کیوں چبا رہی ہو"۔ فرزانہ ہنسی۔

"[illegible] بت ہے"۔

"واہ! یہ اچھا علاج تلاش کیا ہے سردی کا"۔

"ارے! یہ ہم کس طرف نکل آئے"۔ فرحت نے چونک کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"دیکھتے تو ہم پہلے ہی چلے آ رہے ہیں"۔ فرحت نے منہ بنایا۔

"اب تھوڑی دیر کے لیے اور دیکھتے جاؤ"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تم کہتی ہو تو دیکھتے جاتے ہیں.... ورنہ میں تو تنگ آ چکی ہوں.... اس دیکھتے جانے سے"۔ فرحت نے جل کر کہا۔

کار ایک عمارت کے دروازہ پر پہنچی تو اس کا گیٹ خود بخود کھل گیا۔

"بھئی واہ.... عمارت کا چوکیدار اس کا مطلب ہے.... کار کو پہچانتا ہے"۔ رفعت نے خوش ہو کر کہا۔

"نہیں.... یہ دروازہ کار کو پہچانتا ہے"۔ فرزانہ نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" دونوں ایک ساتھ بولیں۔

"اندر کوئی نہیں ہے.... عمارت خالی ہے.... دیکھ نہیں رہے....

اس پر بورڈ لگا ہوا ہے.... کرائے کے لیے خالی ہے.... لیکن یہ بس صرف بورڈ ہے.... ہم اس عمارت کو کرائے پر دیتے نہیں.... نہ اس بورڈ پر رابطے کے لیے کوئی فون نمبر یا پتا درج ہے.... گویا کوئی آئے گا تو اس میں موجود کسی شخص سے ہی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے عمارت دکھا دی جائے.... لیکن جب کوئی ہو گا ہی نہیں تو دکھائے گا کیسے؟"

"چلو خیر.... سوال یہ ہے کہ ہم کیسے آئے یہاں"۔ رفعت نے جھلا کر کہا۔

"بہت اچھی طرح آئے.... کار میں بیٹھ کر کر آئے"۔ فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی"۔ فرحت چلائی۔

"ابھی اور ہو گی"۔

فرزانہ نے کہا اور کار آگے بڑھا لے گئی.... پھر وہ کار سے اتر گئیں.... دروازہ خود بخود بند ہو چکا تھا۔

"کیا یہ ساری عمارت آٹومیٹک ہے"۔ فرحت بولی۔

"یہ بھی کہا جا سکتا ہے"۔

"اور ریموٹ کنٹرول ہے"۔ رفعت نے کہا۔

"ارے.... تم تو اس کی اصلیت سے آگاہ ہو گئیں.... اب کسی کو بتا نہ دینا"۔

فرزانہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا.... فرحت اور

رفعت کے منہ بن گئے۔

"کیا ہوا... منہ کیوں لٹک گئے؟"

"ہم تمہارے ہاتھوں اپنا مذاق اڑوانا پسند نہیں کرتے"۔ فرحت نے تلملا کر کہا۔

"تب پھر اس کام کے لیے کس کی خدمات حاصل کی جائیں"۔ فرزانہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"حد ہو گئی... آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"او کے... اگر تم دونوں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں تو پھر جانے دیں"۔ فرزانہ نے کندھے اچکائے۔

اب وہ انہیں اس عمارت کے اندرونی حصے میں لے آئی... بیرونی دروازے تمام کے تمام خود بخود بند ہو چکے تھے۔

"کیا تم داد نہیں دو گی"۔ فرزانہ نے کہا۔

"داد... کون سی داد... وہ جس کے بھوکے شاعر لوگ ہوتے ہیں؟"

"ہاں بالکل وہی"۔

"تم نے شاعری کب سے شروع کی"۔

"حد ہو گئی"۔ فرزانہ نے پاؤں پٹخے۔

اب وہ جس کمرے میں موجود تھیں... اس کا دروازہ بھی بند ہو چکا تھا۔

اس کمرے کی دیوار میں ایک خفیہ بٹن لگا ہوا تھا... لیکن وہ نظر نہیں آ سکتا تھا... چنانچہ فرزانہ نے اس بٹن کو دبا دیا۔

"یہ کیا... اب بٹن کو دبانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی... کیا یہ ریموٹ کنٹرول نہیں ہے"۔

"یہ بھی ہے... لیکن میں اس کا اشارہ بھول گئی... لہٰذا ہاتھ سے کھولنا پڑ گیا... خیر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔

"او کے... اس وقت انچارج تم ہو... ہم کیا کہہ سکتی ہیں"۔

"کہنے کو تم ہر وہ بات کر سکتی ہو... جو تمہارے دماغ میں آ جائے"۔

"شکریہ بہت بہت"۔ فرحت مسکرائی۔

اچانک فرحت اور رفعت کے منہ مارے حیرت کے کھل گئے۔

○☆○
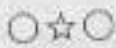
سرنگ

ان کا خیال یہ تھا کہ بٹن کو دبانے سے کوئی خانہ نمودار ہو گا.... لیکن ان کا یہ خیال غلط نکلا.... کیونکہ ان کے سامنے ایک سرنگ تھی.... ایک اتنی بڑی سرنگ کہ اس میں قدرے جھک کر چلا بھی جا سکتا تھا.... فرزانہ نے قدم آگے بڑھا دیے۔

"کچھ ہمیں بھی تو بتا دو.... تاکہ ہم خود کو حالات کے مطابق تیار رکھیں"۔

"یہ سرنگ ہمیں ایوان صدر تک لے جائے گی"۔

"اوہ کیا صدر کو اس سرنگ کے بارے میں پتا نہیں ہے؟"

"پتا ہے"۔ وہ بولی۔

"تب.... پھر یہ راستا خطرناک ہے.... صدر سے نوبا نے معلوم کر لیا ہو گا.... اس کے بارے میں"۔

"کوئی پروا نہیں.... ہم تو خود چاہتے ہیں.... نوبا براہ راست ہم سے آ ٹکرائے.... آخر ہم کب تک اس سے ڈرتے رہیں گے"۔

"او کے"۔ دونوں ایک ساتھ بولیں۔

پھر ان کا سفر اس سرنگ میں شروع ہوا۔

"اب بولنا نہیں ہے.... ورنہ آواز دوسرے سرے تک جائے گی"۔ فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"اور کیا یہ سرگوشی نہیں جائے گی، دوسرے سرے تک؟" رفعت بولی۔

فرزانہ مسکرا دی.... اس نے نفی میں سر ہلا دیا.... انہیں پندرہ منٹ تک چلنا پڑا.... تب کہیں جا کر سرنگ ختم ہوئی.... اور ان کے سامنے ایک دروازہ آ گیا.... فرزانہ نے جیب سے چابی نکالی اور دروازے کے تالے میں لگائی.... فوراً ہی تالا کھل گیا۔

دوسری طرف ایک لمبا چوڑا کمرہ تھا.... اس میں ضرورت کی چیز تھی.... فرنیچر بھی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی.... یہ وقت کے حاکم کے خلاف بغاوت ہو جانے کی صورت میں حاکم کے لیے جائے پناہ بنائی گئی تھی.... اور زیادہ خطرے کی صورت میں اس سرنگ کو استعمال کیا جا سکتا تھا.... اس سرنگ کے بارے میں صرف انہیں اور صدر صاحب کو معلوم تھا.... اور اس وقت یہ بات خطرناک تھی.... کہ صدر صاحب اس وقت سو فیصد نوبا کے زیر اثر تھے۔

اچانک انہوں نے نوبا کی آواز سنی۔

"دیکھا صاحب صدر.... میں نے کیا کہا تھا؟"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا تھا" صدر کی آواز سنائی دی۔

"اب آئے گا مزا"۔ نوبا بولا۔

"اس میں کیا شک ہے مسٹر نوبا"۔ صدر نے کہا۔

اور پھر اس کمرے کا دوسری طرف کا دروازہ کھلا... صدر اپنے دستے کے چند محافظوں کے ساتھ اس کمرے میں آ گئے۔

"اوہ... یہ تم ہو... گرفتار کر لو انھیں... یہ نوبا کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے آئی تھیں... آفت کی پرکالہ کہیں کی"۔ صدر نے جھلا کر کہا۔

"صاحب صدر... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... کیا آپ ہمیں پہچانتے ہیں"۔ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی... اس نے یہ الفاظ بدلی ہوئی آواز میں کہے تھے۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"ذرا بتایئے تو"۔

"تم لوگ بے وقوف ہو... جو اب تک نوبا کی طاقت کو تسلیم نہیں کرنے لگے... خیر اب کرو گے"۔ صدر صاحب نے جھلا کر کہا۔

"سر... کیا آپ چاہتے ہیں... ہم بھی نوبا کے غلام بن جائیں"۔ فرزانہ بولی۔

"بالکل... یہی چاہتا ہوں میں"۔ صدر نے کہا۔

"تب پھر بلایئے مسٹر نوبا کو"۔

"کیا مطلب... بلانے کی کیا ضرورت... صدر کی صورت میں

تمہارے سامنے موجود تو ہوں"۔ انھوں نے ہنس کر کہا

"ہمیں آپ سے غرض نہیں... مسٹر نوبا سے ہے"۔

"تم آخر خود کو کیا سمجھتے ہو... کیا اب تک تمہیں نوبا کی طاقت
ازہ نہیں ہوا... اس قدر زبردست میک اپ میں بھی تم لوگوں کو
نے فوراً" پہچان لیا... اور مجھے بتا دیا کہ تم کون ہو"۔ صدر نے
ی جلدی کہا۔

"لیکن وہ خود کیوں نظر نہیں آ رہا... اگر وہ اس قدر طاقت ور
ے۔ کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا... کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر
۔ کوئی اسے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا تو وہ سات پردوں
ں چھپ کر بیٹھ گیا ہے... کیوں وہ ہمارے سامنے نہیں آتا...
ہم سے مقابلہ نہیں کرتا"۔

"اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے... جب کہ اس کے غلام
جسموں کے لیے کافی ہیں... تاہم اس بات پر مجھے حیرت ضرور ہے...
تم بچ کیسے گئے... تمہاری آب دوز کو تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا

"بس! یہ اللہ کی مہربانی ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"ارے... تم نے انھیں اب تک گرفتار نہیں کیا... نہ صرف یہ
گرفتار کرو... ان کے جسموں سے یہ عجیب و غریب سا لباس اتار
۔ اس لباس کے نیچے انھوں نے اپنے اصل کپڑے پہن رکھے

ہیں... کیوں پہن رکھے ہیں نا؟"۔

"ہاں! پہن رکھے ہیں... اپنے ان غلاموں کو حکم دیں... یہ ہمارے عجیب و غریب لباس اتار دیں"۔ فرحت نے پرسکون آواز میں کہا۔

صدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں... کیا یہ نہیں اتار سکیں گے؟"

"تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے؟"

"اتار دو لباس"۔

محافظ دستے کے لوگ آگے بڑھے... لیکن پھر جونہی انہوں نے ان کے لباس کو ہاتھ لگایا... وہ زور زور سے اچھلے... اور ادھر ادھر گر گئے۔

"نوبا کو اس بات کا پتا کیوں نہ لگا؟" فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کس بات کا؟"

"یہ کہ ان لباسوں میں کرنٹ دوڑ رہا ہے"۔

"پہ پتا نہیں... شاید نوبا کی توجہ اس وقت تمہاری طرف نہیں ہے"۔

"تب پھر کس طرف ہے... اس وقت تو اسے سب سے زیادہ ضرورت ہی ہماری طرف توجہ دینے کی ہے"۔

"شاید وہ انسپکٹر جمشید وغیرہ کی طرف متوجہ ہے"۔

"اوہو اچھا... اپنے مسٹر نوبا سے پوچھیں صاحب صدر... کیا وہ لوگ انہیں نظر آ رہے ہیں"۔

"ایک منٹ"۔ یہ کہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے لگا... پھر آنکھیں کھول کر بولا۔

"وہ شہر میں ہی ہیں... لیکن کسی جگہ پانی کی سطح سے نیچے ہیں"۔

"واہ... تو مسٹر نوبا کو پانی کے نیچے موجود دشمن کا پتا نہیں چلتا... اور لوگوں کو کل ہونے والے واقعات کی فلم دکھا دیتا ہے"۔

"وہ کیا کر سکتا ہے... اور کیا نہیں... اس بات سے مجھے کوئی غرض نہیں"۔ صدر نے منہ بنایا۔

"تب پھر آپ کو غرض کس سے ہے؟"

"اس کے احکامات پر عمل کرنے سے غرض ہے... اور وہ میں کر رہا ہوں... تم نے اب تک انہیں گرفتار نہیں کیا"۔ وہ محافظوں سے بولے۔

"سر! ہم اس کرنٹ کا کیا کریں؟"

"اوہ... کرنٹ... اچھا... ٹھیک ہے... میں نوبا سے پوچھتا ہوں"۔ یہ کہ کر صدر نے آنکھیں بند کر لیں... پھر فوراً ہی کھول دیں اور بولے۔

"ان پر جال پھینکو"۔

"جال لانا پڑے گا"۔

"تو جا کر لے آؤ"۔ صدر نے جھلا کر کہا۔

"اور اگر یہ یہاں سے فرار ہو گئے سر؟"

"نہیں ہوں گے"۔ صدر مسکرا دیے۔

"ہمارا فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے"۔

"ہوں.... اچھا"۔

محافظ چلے گئے.... اب اس کمرے میں صرف صدر رہ گئے اور وہ تینوں۔

"صاحب صدر، آخر یہ کیا چکر ہے.... آپ توبا کے غلام کیسے بن گئے؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ بولے۔

"توبا سے پوچھ کر بتا دیں"۔

"اچھا"۔ وہ بولے اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں"۔

یہی وہ وقت تھا جب فرزانہ، فرحت اور رفعت حرکت میں آئیں.... اور ایک ساتھ صدر پر ٹوٹ پڑیں۔

لیکن دوسرا لمحہ تھرا دینے کے لیے کافی تھا.... جونہی وہ ان سے ٹکرائیں.... وہ اس بری طرح اچھلیں اور اس قدر اونچا اچھلیں کہ جیسے کسی بہت بڑی اور انجانی طاقت نے انھیں اچھال پھینکا ہو۔

وہ دیوار سے ٹکرائیں اور ساکت ہو گئیں۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" صدر صاحب پرسکون انداز میں بولے۔

"ہم دیکھنا چاہتی تھیں.... آپ کتنے طاقت ور ہیں"۔

"تو پھر ہو گیا اندازہ"۔

"ہاں سر.... ہو گیا.... یہ توبا نے آپ کو اس قدر طاقت ور کیسے بنا دیا"۔

"یہ تم توبا سے ہی پوچھنا.... مجھ سے نہیں"۔ صدر صاحب بولے۔

"تو اب آپ ہمیں جال کے ذریعے گرفتار کریں گے"۔

"ہاں بالکل"۔

"لیکن آخر کیوں.... جب توبا کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے.... تو وہ ہمیں گرفتار کر کے کیا کرے گا"۔

"تم لوگ بلاوجہ ٹانگ تو اڑاتے ہی رہو گے.... کیوں نہ تمہارا کانٹا نکال دیا جائے"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... لیکن ہمیں ایک کوشش اور کرنے دیں.... تاکہ حسرت نہ رہ جائے"۔

"مطلب یہ کہ تم ایک بار اور مجھ پر حملہ کرنا چاہتی ہو"۔ وہ ہنسے۔

"ہاں سر"۔ وہ ایک ساتھ بولیں۔

"اچھی بات ہے.... اجازت ہے"۔
تینوں نے جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور پھر ان کے ہاتھوں میں عجیب و غریب چیزیں نظر آئیں۔
"یہ کیا ہے بھئی؟"
"یہ.... یہ ہمارے ہتھیار ہیں.... میرے ہاتھ میں آئینہ ہے.... آپ دیکھ سکتے ہیں.... نا.... اس آئینے کو"۔
"ہاں! کیوں نہیں.... تم آئینے کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرو گے"۔ صدر نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں! کیوں نہیں"۔
"اور میرے ہاتھ میں ربڑ کے دستانے ہیں"۔ فرحت بولی۔
"آپ کو پکڑنے کے لیے"۔
"اور مجھے پکڑ کر کیا کرو گی"۔ وہ اور زور سے ہنسے۔
"میں آپ کو آئینہ دکھاؤں گی.... اس آئینے میں آپ اپنی شکل دیکھ سکیں گے"۔
"رہ گئی میں.... میں آپ کے منہ پر صرف رومال رکھوں گی"۔
"اس سے کیا ہو گا"۔
"اس سے یہ ہو گا کہ آپ بے ہوش ہو جائیں گے"۔
"حد ہو گئی یعنی کہ"۔ صدر صاحب زور زور سے ہنسنے لگے۔
"ہنس لیں.... جتنا چاہیں ہنس لیں.... اس کے بعد ہنسنے کی باری

اری ہے"۔
"ناممکن"۔ وہ بولے۔
"کیا ناممکن"۔
"یہ کہ اس کے بعد ہنسنے کی باری تم لوگوں کی ہے.... تمہیں اب
نا نصیب نہیں ہو گا.... میرا محافظ دستہ جال لے کر آتا ہی ہو گا"۔
"کوئی پروا نہیں.... آپ تیار ہیں؟"
"ہاں! کیوں نہیں"۔
انہوں نے ایک بار پھر ان پر چھلانگیں لگائیں.... لیکن اس بار
وں نے چھلانگیں اور طرح لگائی تھیں.... فرحت نے اپنے ہاتھوں پر
ڑ کے دستانے چڑھا لیے تھے.... اس نے ان کے ذریعے صدر کی
وں کلائیوں کو تھام لیا.... فرزانہ نے آئینہ ان کے چہرے کے سامنے
یا.... رفعت نے یک دم رومال ان کی ناک سے لگا دیا اور ناک پر
ے رکھا.... ادھر فرزانہ کا آئینے والا ہاتھ حرکت میں آیا.... اس کے
رف چند سیکنڈ بعد صدر صاحب مکمل طور پر بے ہوش ہو گئے....
کے ساتھ ہی ایوان صدر میں خطرے کا الارم بج اٹھا.... اور مسلسل
ے لگا اس کی آواز حد درجے خوفناک تھی.... فوراً ہی بھاگ دوڑ کی
یں شروع ہو گئیں.... محافظوں میں گویا کھلبلی مچ چکی تھی۔
انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... فوراً خفیہ راستے کا رخ کیا....
س راستے سے صرف واقف تھے یا وہ.... محافظ تو اس طرف آ ہی

نہیں سکتے اور یہ راستا کھلا بھی تھا صدر صاحب کے اپنے کمرے میں
اور کمرے کا دروازہ اس وقت اندر سے بند تھا.... فوراً" ہی ان کے
دھڑادھڑ ہونے لگی۔

وہ نکلتی چلی گئیں.... صاف ظاہر ہے.... جب صدر صاحب
دروازہ نہ کھولتے تو پھر توڑا جانا تھا.... اور دروازہ توڑے جانے سے پہلے
پہلے وہ اس راستے کے آثار ختم کر دینا چاہتی تھیں۔

جلد ہی وہ سرنگ میں تھیں.... دروازہ غائب ہو چکا تھا.... لیکن
اس سرنگ میں وہ صدر کے کمرے میں ہونے والی بات چیت سن سکتی
تھیں.... لہٰذا وہ ٹھہر گئیں.... سرنگ میں ٹھہرنا ان کے لیے خطرناک
نہیں تھا.... اس لیے کہ سرنگ سے نکل کر آسانی سے خفیہ ٹھکانے کا
رخ کر سکتی تھیں۔

اچانک انہوں نے دروازہ ٹوٹنے کی آوازیں سنیں.... پھر ایک محافظ کی
آواز سنائی دی۔

"ارے! یہ کیا ہوا.... صدر صاحب تو فرش پر پڑے ہیں"۔

"اور.... اور یہ.... یہ کیا ہے.... ان کے پاس"۔ ایک محافظ کی
خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

○☆○
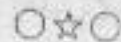
صدر

تینوں بے چین ہو گئیں۔

"انہیں ایسی کیا چیز نظر آئی ہے"۔ فرزانہ بولی۔

"اللہ جانے"۔ فرحت بڑبڑائی۔

"آؤ پھر ہم واپس چل کر دیکھ لیں"۔ رفعت نے فوراً" کہا۔

"اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے.... ہم پہلے خفیہ ٹھکانے پر چلیں
گے"۔

"لیکن ہم کچھ دیر یہاں رک کر یہ جاننے کی کوشش تو کر سکتے
ہیں.... کہ انہیں کیا نظر آیا ہے.... شاید بات چیت کے دوران اس چیز کا
ذکر آ جائے"۔ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

انہوں نے کمرے سے آنے والی آوازوں پر کان لگا دیے۔

"جلدی ڈاکٹر کو بلاؤ.... ان کے سیکرٹری کو فون کریں.... اف
مالک"۔ ایک محافظ کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

"ان کا رنگ تو بالکل نیلا ہو رہا ہے.... اس قدر نیلا رنگ آج

تک کسی انسان کا دیکھنے میں نہیں آیا"۔

"ٹھک.... کیا تمھیں زہر دیا گیا ہے.... او.... وہ.... وہ تینوں کہاں
گئیں"۔ ایک اور آواز ابھری۔

"اوہ ہاں.... یہاں تین لڑکیاں موجود تھیں.... صدر کے پاس....
وہ کہاں گئیں.... انھیں کسی نے بھی جاتے ہوئے کیوں نہیں دیکھا"۔

ایک اور آواز سنائی دی۔

"خدا جانے یہ سب کیا ہو رہا ہے"۔

انھوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"رومال ہم نے ان کے ناک سے لگایا تھا.... کہیں اس پر غلطی
سے بے ہوشی کے بجائے زہر تو نہیں لگا دیا ہم نے"۔ رفعت بڑبڑائی۔

"نہیں! اس قسم کی غلطی ہم سے آج تک نہیں ہوئی' نہ ہو
سکتی ہے' اس لیے کہ زہروں کا خانہ الگ ہے.... بے ہوشی کی دواؤں
والا خانہ الگ ہے"۔ فرزانہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"تب پھر.... صدر صاحب نیلے کیوں ہو گئے"۔

"شاید ان کے جسم کو کسی وجہ سے آکسیجن نہیں مل رہی.... تم
فکر نہ کرو.... ڈاکٹر لوگ سب سے پہلے انھیں آکسیجن ہی لگائیں گے"۔

"او کے.... تب پھر اب ہم چلیں.... اب یہاں جو کچھ ہو گا....
اس کے بارے میں تو پتا چل ہی جائے گا"۔

"بالکل ٹھیک"۔ فرحت نے کہا۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا.... اس قدر خوفناک چہرہ.... یہ.... یہ
چہرہ کیا کسی انسان کا ہو سکتا ہے.... صدر صاحب کا چہرہ کس طرح بدل
گیا.... ارے باپ رے.... بھاگو"۔

انھوں نے سرپٹ دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔

"اب میں دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی"۔ فرزانہ بول اٹھی۔

"لیکن اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے.... اس خفیہ راستے کا راز کھل
جائے گا"۔ رفعت نے فوراً کہا۔

"پروا نہیں"۔ فرحت بولی۔

"کیا مطلب.... آپ دونوں تو انھیں دیکھنے پر تل گئیں"۔

"کیا کیا جائے.... مجبوری ہے.... لوگ تو اپنا وزن کرانے پر تل
جاتے ہیں.... اگر ہم بے ہوش صدر کا چہرہ دیکھنے پر تل گئیں تو کیا
ہوا"۔

"ارے.... آئیں پھر.... جو ہو گا.... دیکھا جائے گا"۔

وہ خفیہ دروازے پر آئیں.... عین اس وقت کمرے میں چیخیں
گونج اٹھیں۔

"نہیں نہیں.... نہیں بھاگو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی بھگدڑ مچ گئی۔

"میرا خیال ہے.... موقع اچھا ہے.... کمرہ خالی ہو گیا ہے....
بس' بالکل ذرا سی دیر کے لیے.... ابھی کچھ اور لوگ آئیں گے.... ان

کی آمد سے پہلے پہلے دیکھ لیں"۔

"ہاں بالکل"۔

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... صدر کے کمرے میں کھلنے والا دروازہ کھول ڈالا... ساتھ ہی ان کی نظریں فرش پر بے ہوش پڑے صدر پر پڑیں... وہ سر سے لے کر پیر تک لرز گئیں... دروازہ بند کرتے ہی الٹے قدموں بھاگیں۔

"نہیں نہیں"۔ وہ چلائیں۔

"نہیں نہیں"۔ ایک بار پھر وہ چلائیں۔

کچھ دیر دوڑنے کے بعد فرزانہ رک گئی... فرحت اور رفعت آگے نکل گئیں... پھر وہ بھی رکیں اور اس کی طرف مڑیں۔

"رک کیوں گئیں... کیا ایک بار پھر صدر کو دیکھنے کا ارادہ ہے"۔

"نن نہیں... مجھ میں اتنی ہمت نہیں"۔

"تب پھر رکنے کی کیا ضرورت پیش آگئی"۔ فرزانہ چلائی۔

"بھاگنے کی ضرورت بھی تو نہیں رہی"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے... آخر ہم بھاگ کیوں رہی ہیں... وہ کون سا سرنگ میں ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے"۔ فرحت نے کہا۔

"لیکن یہ ہے کیا... ہم نے کیا دیکھا ہے؟"

"آنکھوں پر یقین نہیں آیا اب تک"۔

"سمجھ میں نہیں آیا... خیر... بتوں کے سامنے رکھتے ہیں یہ طلسم... وہی کچھ بتائیں گے"۔

آخر وہ آب دوز میں داخل ہوئیں... سب کی نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں۔

"کیا رہا... ویسے تم تینوں کے چہروں پر ناکامی صاف لکھی ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"نن نہیں... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"غلط فہمی ہمیں ہوئی ہے... اور رنگ تمہارے اڑے ہوئے ہیں"۔ آفتاب ہنسا۔

"بھئی ذرا صبر کرو... انہیں سانس تو لینے دو... شاید انہیں کچھ دور تک دوڑنا بھی پڑا ہے... کیوں فرزانہ؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔

"سنا تم نے"۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"جی ہاں سنا... لیکن یہ تھوڑی دور دوڑنے پر ہانپنے کیسے لگ گئیں؟" محمود نے طنزیہ کہا۔

"پتا نہیں... یہ تو یہی بتائیں گی"۔

"پہلے آپ اس آئینے کو دیکھ لیں"۔ فرزانہ نے وہ آئینہ سب کے سامنے رکھ دیا۔

"لو اور سنو... اب یہ بتوں کو آئینہ دکھائیں گی... حد ہو گئی"۔

آصف جھلا اٹھا۔

"مجبوری ہے"۔ فرزانہ ہنسی۔

"اس میں بھی مجبوری ٹپک پڑی"۔ آفتاب بولا۔

"مجبوری کا کیا ہے۔۔۔ وہ تو کسی چیز میں بھی ٹپک سکتی ہے"۔ فاروق نے فوراً" کہا۔

"بس! یہ آج تو ان تینوں کو کوئی بات کرنے نہیں دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"لیجئے۔۔۔ ہم ہو گئے خاموش۔۔۔ کرو بھی تم بات"۔ محمود نے گویا شعر پڑھا۔

"شاعری کا بھوت سوار ہے کیا؟"

"اب ادھر ادھر کی بات کس نے کی؟" محمود نے منہ بنایا۔

وہ شرمندہ ہو گئیں۔۔۔ پھر فرزانہ نے کہا۔

"آپ سب سے پہلے اس آئینے کا جائزہ لے لیں"۔

"لے لیا جائزہ۔۔۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ یہ کوئی خاص آئینہ نہیں ہے۔۔۔ ایسے آئینے تو عام مل جاتے ہیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ ہے کوئی تک"۔ فرزانہ چلائی۔

"بالکل نہیں۔۔۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں"۔ خان رحمان نے تنگ آ کر کہا۔

"کیا نہیں ہے انکل؟" فاروق نے فوراً" پوچھا۔

"تک"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"اوہ ہاں۔۔۔ تک تو واقعی نہیں ہے"۔

"تب پھر۔۔۔ تم تک کو پیدا کرو۔۔۔ اور پہلے ان کی بات سنو"۔

"اوکے"۔ وہ بولے۔

"ہاں فرزانہ! اب تم بات کرو۔۔۔ یہ درمیان میں دخل نہیں دیں گے"۔

"یہ آپ کہ رہے ہیں"۔ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیوں۔۔۔ کیا تمہیں میری آواز بدلی بدلی نظر آ رہی ہے"۔

"یہ بات نہیں۔۔۔ یہ آپ کے وعدے کا پاس کریں گے"۔

"تم اس بات کو چھوڑو۔۔۔ اور بات شروع کرو"۔

اب فرزانہ نے اپنی مہم کے بارے میں بتایا۔

"اوہ۔۔۔ تو تم اس آئینے میں صدر صاحب کی انگلیوں کے نشانات لے کر آئی ہو"۔

"ہاں جی۔۔۔ یہی بات ہے"۔

"لیکن اس کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ صدر صاحب کی انگلیوں کے نشانات تو ہمارے دیکھے بھالے ہیں' جانے پہچانے ہیں"۔

"جی ہاں! اس میں شک نہیں"۔ فرزانہ بولی۔

"کس میں شک نہیں"۔ فاروق نے کاٹ کھانے والے انداز

میں کہا۔

"اس میں کہ.... ان کی انگلیوں کے نشانات ہمارے دیکھے بھالے ہیں"۔

"حد ہو گئی.... یہ نشانات دیکھے بھالے ہیں.... اور اس بات کو تم خود تسلیم کر رہی ہو.... تو پھر صدر صاحب کی انگلیوں کے نشانات لانے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی"۔

"بس کیا بتاؤں.... دماغ چل گیا تھا ہمارا"۔

"ہائیں.... تمہارا دماغ اب چلا ہے.... ہم لوگ تو ایک مدت سے یہ بات محسوس کر رہے تھے کہ بہت جلد تمہارا دماغ چلنے والا ہے"۔

"توبہ ہے تم سب سے.... میں نے کہا تھا.... ان تینوں کو بات کرنے دو"۔ انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"اوہ.... سوری"۔

"ہاں تو ابا جان.... آپ اور دوسرے لوگ آئینے پر موجود نشانات کا جائزہ لے لیں.... ان نشانات کو صدر کے نشانات سے ملا لیں"۔

"اس سے کیا ہو گا؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"بس آپ کر لیں ایسا"۔

"فرزانہ اگر کہہ رہی ہے.... تو آپ معائنہ کر ہی لیں"۔ خان رحمان ہنسے۔

اب انہوں نے آئینے پر موجود نشانات کو بغور دیکھا.... پھر انسپکٹر

جمشید نے کہا۔

"میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں.... کہ یہ نشانات صدر کی انگلیوں کے نہیں ہیں"۔

"کیا!!!.... کیا کہا آپ نے.... یہ نشانات صدر کی انگلیوں کے نہیں ہیں.... جب کہ ہم لائے ہیں انہی کی انگلیوں سے"۔

"ہاں! یہی بات ہے.... یہ لائے ہیں صدر صاحب کی انگلیوں سے.... لیکن یہ نشانات ان کی انگلیوں کے نہیں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تم بھی ایک عجیب بات نہیں کر رہے جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ہاں! کہہ رہا ہوں.... لیکن بات ہے یہی"۔

"آخر کیسے؟"

"فرزانہ.... مہربانی فرما کر تم خود وضاحت کرو"۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں! ضرور کیوں نہیں.... دراصل یہ بات کئی دنوں سے میرے ذہن میں چبھ رہی تھی کہ کیا صدر صاحب اصل ہیں.... کہیں صدر بدل تو نہیں گئے.... کیونکہ اس سارے چکر کے دوران صدر صاحب نے ہم سے بالکل اپنوں جیسا سلوک نہیں کیا تھا.... بالکل غیروں کی طرح پیش آئے تھے.... جب کہ یہ ان کی عادت نہیں.... کم از کم

مجھے وہ بے تکلف دوستوں کی طرح ملتے ہیں"۔

"اوہ..... اوہ تب پھر؟"

"ہم نے سوچا..... ان کی انگلیوں کے نشانات لے جائیں..... تاکہ کم از کم اتنا تو معلوم ہو..... یہ صدر ہیں بھی یا نہیں"۔

"بہت خوب فرزانہ..... یہ سوال میرے ذہن میں کئی بار سر ابھار چکا ہے..... لیکن میں وہ کام نہ کر سکا..... جو تم نے کیا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور خود میرا بھی یہی خیال تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"حد ہو گئی..... اب تم فوراً ان تینوں کی طرف ہو گئے"۔

"بھئی کیا کیا جائے..... مجبوری ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"اور آئینے میں موجود نشانات کہہ رہے ہیں..... ہم صدر کی انگلیوں کے نہیں ہیں..... تب پھر صدر کہاں ہیں..... اور صدر کی جگہ کون شخص لیے ہوئے ہے..... انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"اب ہم ایک اور عجیب بات بتاتے ہیں..... آپ کو..... جو حد درجے خوفناک بھی ہے"۔ فرزانہ نے پرجوش آواز میں کہا۔

"عجیب اور خوف ناک بات تو بتا ہی نہیں سکتیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"جب ہم سرنگ میں آ گئے تھے..... اور الارم بجنے لگا تھا تو محافظ صدر صاحب کا دروازہ توڑ کر ان کے کمرے میں داخل ہوئے تھے.....

اور پھر وہ اس قدر خوف زدہ انداز میں چلا اٹھے کہ کیا بتاؤں..... ساتھ ہی انہوں نے کہا تھا..... اف مالک..... یہ صدر صاحب اس قدر نیلے کیوں پڑ گئے..... اس وقت ہم نے سوچا تھا کہ کہیں ہم نے بے ہوشی کی بجائے زہر تو نہیں سنگھا دیا..... لیکن یہ بات بھی ثابت نہیں ہوئی تھی..... ہم رومال پر بے ہوشی کی دوا ہی لگا کر لے گئی تھیں..... اب سوال یہ تھا کہ صدر صاحب نیلے کیوں ہو گئے..... ہم نے ہمت کی اور پھر دروازہ کھول کر صدر کو دیکھا..... اف مالک..... ہم نے کیا دیکھا..... ہم بتا نہیں سکتیں"۔

"چلو اچھا ہی ہے کہ تم بتا نہیں سکتیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اس میں خوش ہونے کی کون سی بات ہے"۔

"اس میں خوش ہونے کی بات یہ ہے کہ اب ہمیں خوف زدہ نہیں ہونا پڑے گا"۔

"حد ہو گئی..... یہ تم خوف زدہ ہونے سے ڈرنے کب سے لگے"۔

"جب سے تم نے یہ بات شروع کی"۔ فاروق نے تڑ سے کہا۔ سب مسکرانے لگے۔

"ہاں فرزانہ! اب تم بتا ہی دو..... تم نے کیا دیکھا"۔

"تن نہیں..... نہیں..... میں نہیں بتا سکتی"۔ فرزانہ بری طرح چلا

اٹھی۔

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"اب ہمیں کیا خبر... کیا کیسے ہو سکتا ہے... جب تک تم پوری بات نہیں بتاؤ گی"۔

"آخر اس نے پوری بات بتا دی... وہ ایک ساتھ چلا گئے۔

"نہیں... نہیں... نہیں"۔

○☆○

کمزور پہلو

رات تاریک تھی... اور اس تاریک رات میں کچھ سرپھرے ایک خفیہ راستے پر اس طرح چل رہے تھے... جیسے یہی ان کا کام ہے... تاریکی میں بھی بالکل صحیح قدم رکھ رہے تھے... ایک جگہ بھی انہوں نے ٹھوکر نہیں کھائی۔

فرزانہ کی واپسی کے دوسرے دن سے شہر میں ان کی تلاش کچھ اس قدر بڑے پیمانے پر شروع ہوئی تھی کہ ان کا اس جھیل میں رہنا بھی مشکل لگنے لگ گیا... خیال تھا اس جھیل میں بھی جال ڈالا جائے گا... ملک کے صدر نے حکم جاری کیا تھا کہ ان لوگوں کو جہاں کہیں بھی دیکھا جائے... گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے... ہلاک کرنے والے کے لیے بے پناہ انعامات مقرر کیے گئے تھے... ان انعامات کی تفصیل سن کر فاروق نے کہا تھا۔

"جی چاہتا ہے... خود کو ہلاک کر کے یہ انعامات خود ہی وصول کر لوں"۔

وہ مسکرا دیے تھے... اور اسی وقت انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ

اب نوبا کو مہلت دینا خود ان کے لیے موت کا پیغام ثابت ہو گی.... لیکن اس سے پہلے وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے.... اپنا اطمینان کرنا چاہتے تھے۔

آخر ان کا سفر ختم ہوا.... اور وہ ایک قید خانہ میں داخل ہوئے.... اس قید خانے کے خفیہ راستوں سے وہ بخوبی واقف تھے.... ایوان صدر کے چند خاص محافظ بھی اس قید خانے سے واقف تھے.... وہ اس لیے کہ اس جگہ انہیں خاص قیدیوں کو لانا پڑتا تھا۔

اب اس وقت اس قید خانے میں صرف ایک شخص قید تھا.... وہ اس وقت فرش پر پڑا تھا اور شاید نیند میں تھا.... انہوں نے دیکھا.... وہ ان کے لیے جانا پہچانا ہرگز نہیں تھا۔

"اٹھیے جناب.... انسپکٹر جمشید نے اکڑوں بیٹھ کر اسے ہلایا جلایا۔

"کک.... کون؟" انہوں نے جانی پہچانی آواز سنی۔

"یہ ہم ہیں"۔ وہ بولے۔

"اوہ.... میں تو مایوس ہو گیا تھا.... بہت دیر لگا دی"۔

"ہاں جناب.... دیر ضرور ہو گئی.... لیکن اس وقت آئے ہیں جب نوبا سے ٹکرانے کی طاقت حاصل کر لی ہے.... اگر اس سے پہلے آتے تو ہم بھی یہیں قید ہو جاتے.... اور کچھ نہ کر سکتے"۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا"۔

"آ جائے گا.... آپ کو یقین"۔

وہ اس قیدی کو لے کر باہر نکل آئے۔

"لیکن اب تم لوگوں نے نوبا سے لڑنے کی طاقت کیسے حاصل کر لی"۔ قیدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نوبا شروع سے ہی اگر کسی سے خوف زدہ تھا تو صرف ہم سے.... یعنی وہ بیگال سے نہیں ڈرا، انشارجہ سے نہیں ڈرا.... ڈرا تو کس سے.... صرف ہم چند لوگوں سے.... بس ہم نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ وہ آخر ہم سے خوف زدہ کیوں ہے.... تب ہمارے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ اس کا کوئی نہ کوئی کمزور پہلو ضرور ہے.... وہ کمزور پہلو کیا ہے.... اگر ہم یہ جان لیا تو ہم اس سے لڑ سکتے ہیں.... ورنہ نہیں.... ادھر وہ اسی وجہ سے ہم سے خوف زدہ تھا کہ کہیں ہم اس کا وہ کمزور پہلو تلاش نہ کر لیں.... اور آخر کار ہم نے کمزور پہلو تلاش کر لیا.... ادھر اس نے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک نیا قدم اٹھایا۔

"پہلے ہم اس کے بارے میں یہ خیال کرتے رہے کہ وہ تو کسی کو نظر ہی نہیں آتا.... تو ہوا سے لڑیں گے کیسے.... پھر یہ خیال کرتے رہے کہ اسے تو کل ہونے والی باتوں کا پتا چل جاتا ہے.... لہٰذا ہم کل کیا کریں گے، اس سے کیسے لڑیں گے.... یہ وہ پہلے ہی جان لے گا اور اپنا انتظام کر لے گا.... ان تمام باتوں نے ہمیں چکرائے رکھا.... تاہم آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور ہم اس سے مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئے.... ہم جان گئے کہ اس کا کمزور پہلو کیا ہے.... یا ہم اس کی

نظروں سے کیسے غائب ہو سکتے ہیں.... اصل مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنے علم
کے زور سے دیکھ لیتا ہے.... جان لیتا ہے اور اپنی آواز بہت فاصلے تک
پہنچا سکتا ہے.... وہ کالے علم، ہپناٹزم اور نہ جانے کس کس قسم کے علوم
کا ماہر ہے.... ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اس میں کوئی پراسرار طاقت
ہے.... جس کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیتا ہے.... یہ جو
اس نے بیگال اور انشارجہ کے لوگوں کو ہلاک کیا.... اپنی اس پراسرار
طاقت کے ذریعے کیا.... اور پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ کے محافظوں کو
بے ہوش بھی اپنی طاقت کے ذریعے کیا تھا۔"

"تو کیا.... اب تم اس پر قابو پا چکے ہو؟"

"جی نہیں.... اس سے جنگ کرنے سے پہلے آپ کو رہائی دلوانا
ضروری تھا.... ورنہ وہ لوگوں کو ہمارے خلاف کر سکتا تھا.... لاکھوں لوگ
ہم پر ٹوٹ پڑتے.... آخر ہم لاکھوں آدمیوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتے
ہیں.... جب کہ ہم انہیں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچانا چاہتے۔"

"ہوں اچھا خیر.... اب کیا پروگرام ہے؟"

"اب ہم جو کچھ بھی کریں گے.... آپ کو ساتھ رکھ کر رکھیں
گے.... لیکن ان سب کموں سے پہلے آپ کو اپنے جیسا لباس پہنائیں
گے۔"

"اوہ ہاں! یہ لباس میری سمجھ میں نہیں آیا.... آخر یہ کیسا لباس
ہے؟"

"بس.... کچھ نہ پوچھیں.... یہ کیسا لباس ہے.... پھر کسی وقت
بتائیں گے۔"

"اور نوبا کے بارے میں کیا معلوم ہوا.... وہ کون ہے؟"

"بہت جلد ہم اس سوال کا جواب دیں گے.... آپ فکر نہ
کریں.... بلکہ پوری دنیا کو بتائیں گے۔"

"اور دنیا کے لوگ اب اس نوجوان کو حاصل کرنے کے لیے کچھ
نہیں کر رہے۔"

"اپنے آدمی ہوا کے ٹھنڈے پڑ گئے.... وہ جان گئے.... نوبا ان
کے بس کا نہیں.... وہ اسے قابو میں نہیں کر سکتے۔"

"تب تو ہمیں چاہیے اسے فوراً گرفتار کر لیں اور اپنے ملک
کے کام میں لائیں۔"

"شاید ایسا نہ ہو سکے۔"

"جی.... کیا مطلب.... کیوں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"نوبا کا مقصد صرف یہ نہیں کہ خود ہماری زمین پر حکومت
کرے۔"

"تب پھر؟"

"اس کا مقصد کچھ اور ہے.... اس کی وضاحت ہم بعد میں کریں
گے۔"

اور پھر انہوں نے قیدی کو خفیہ ٹھکانے پر پہنچا دیا۔

"اب ہمیں معلوم کرنا ہے کہ نوبا کس حال میں ہے.... تاکہ اس سے باقاعدہ مقابلہ کیا جاسکے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

پھر انھوں نے اپنے چند خاص ماتحتوں کو فون کیا.... ان سے رپورٹیں لیں.... اور اس کے بعد وہ جنگ کی تیاری کرنے لگے.... انھیں طرح سے لیس ہونا تھا.... نوبا کے پاس کیا کیا آلات جنگ تھے.... ان کا ابھی انھیں کوئی اندازہ نہیں تھا.... اس وقت تک انھوں نے کامیابی ضرور حاصل کرلی تھی کہ وہ کل جو کچھ کرنے والے تھے.... نوبا آج کچھ معلوم نہیں کرسکتا تھا.... اور اس طرح ان کا یہ بڑا خوف دور ہوگیا تھا۔

تین دن مسلسل تیاریوں کے بعد آخرکار وہ اس قیدی کے پاس آئے۔

"ہم ہر طرح تیار ہیں.... نوبا سے آخری لڑائی کا وقت اب قریب ہے.... ان شاء اللہ"۔

"اوہ بہت خوب.... میں تو سوچ رہا تھا.... پتا نہیں تم کب تیار ہو گے"۔

"ہم نے کم سے کم وقت لگایا ہے"۔

"ہاں! یہ بات تو خیر میں محسوس کرسکتا ہوں"۔ قیدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا پھر اب چلیں"۔

"کیا تم لوگ اچھی طرح سوچ سمجھ چکے ہو.... نوبا کی طاقت کا اندازہ لگا چکے ہو"۔

"ہاں جناب.... بالکل.... آپ فکر نہ کریں.... اب نوبا کے کمزور پہلو ہمیں معلوم ہیں.... اور اس کا سب سے کمزور پہلو تو آپ خود ہیں.... ہمیں اسے تلاش نہیں کرنا پڑے گا"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے.... پہلے جس کی تلاش اتنا بڑا مسئلہ تھا، بڑے بڑے ملکوں کے جاسوس اسے تلاش نہیں کرسکے.... نہ ہم تلاش کرسکے.... بس اس کی آواز سنتے رہے.... اب اس کے بارے میں ہم جانتے ہیں.... وہ کہاں ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"تب پھر.... چلیں.... اللہ کا نام لے کر"۔

وہ وہاں سے خفیہ راستے کی طرف روانہ ہوئے.... جلد ہی وہ پھر اس سرنگ میں سفر کررہے تھے.... جو انھیں ایوان صدر تک لے جا سکتی تھی۔

"حیرت ہے.... بہت بڑی حیرت"۔ فاروق کی آواز ابھری۔

"یہ اتنی بڑی حیرت، اس وقت تم کہاں سے لے آئے؟"
آفتاب کے لہجے میں بھی حیرت تھی۔

"اپنے دماغ سے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"جواب معقول ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"شکریہ انکل"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"اور وہ حیرت تو رہ ہی گئی"۔

"توبا کو تو یہ تک معلوم ہو جاتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے... میرا مطلب ہے... شیطانی قسم کے کاموں کے بارے میں... لیکن... اسے یہ کیوں معلوم نہ ہو سکا کہ ہم ایوان صدر میں داخل ہونے والے ہیں... داخل ہونے کے بعد ہم نکل آئے... تب تو اسے یہ بات معلوم کر لینی چاہیے تھی کہ ہم کس راستے سے داخل ہوئے تھے"۔

"اوہ... اوہ"۔ انسپکٹر جمشید یک دم چلتے چلتے رک گئے۔

"یہ آپ ڈبل اوہ کہاں سے لے آئے؟" مکھن مسکرایا۔

"اپنے دماغ سے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا یہی بات ہے... ہم سمجھے نہیں"۔ خان رحمان جلدی سے بولے۔

"فاروق کی بات... توبا نے ضرور غور کیا ہو گا... اور اپنے علم کے زور سے یہ معلوم کر لیا ہو گا کہ ایوان صدر سے ایک خفیہ راستا نکلتا ہے"۔

"ارے باپ رے... اگر اس نے راستا معلوم کر لیا ہے... تب ہم ایوان صدر نہیں پہنچ سکیں گے"۔ محمود گھبرا گیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"آپ نے بات تو پریشانی والی بتائی ہے... اور ساتھ ہی کہہ رہے ہیں... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایک راستا بند ہو گیا تو کیا ہے... اللہ تعالیٰ اور کوئی راستا کھول دیں گے"۔

"اچھی بات ہے... آپ کہتے ہیں تو ہم پریشان نہیں ہوتے"۔ فاروق مسکرایا۔

وہ آگے بڑھتے رہے... یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ گئے... جہاں سے انہیں ایوان صدر میں داخل ہونا تھا... اس جگہ لگا ہوا بٹن انسپکٹر جمشید نے دبا دیا۔

ان کی سٹی گم ہو گئی... دروازہ نہیں کھلا تھا۔

"فاروق کا خیال ٹھیک نکلا... اس نے دروازہ بند کر دیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"چلیے پھر... دوسرے راستے کو آزماتے ہیں"۔ خان رحمان نے سرد آہ بھری۔

وہ واپس چل پڑے... لیکن جب وہ سرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچے... تو یہ دروازہ بھی بند نظر آیا... یعنی اب بٹن دبانے سے وہ بھی نہ کھلا... اب تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی... اس کا مطلب تھا کہ توبا نے اس طرف کے دروازے کا بھی پتا چلا لیا تھا اور اس کو بھی بند کرا دیا تھا۔

"ہم مارے گئے"۔ منور علی خان نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں منور علی خان"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

"ہائیں کیا کہا.... نہیں منور علی خان"۔ خان رحمان بولے۔

"ہاں خان رحمان"۔ وہ بولے۔

باقی ہنس پڑے۔

"آپ کس طرح باتیں کر رہے ہیں.... نہیں منور علی خان.... ہاں خان رحمان"۔ پروفیسر بولے۔

"بالکل پروفیسر صاحب"۔

"تو.... میں بالکل پروفیسر ہو گیا"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"تو ذرا غور کریں.... ہم اس دروازے کو بٹن کے ذریعے کھول نہیں سکتے.... آپ اس کو اڑا تو سکتے ہیں.... آخر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں"۔

"اوہ ہاں واقعی.... شاید میری عقل گھاس چرنے گئی ہے"۔

"آپ سے تو پھر آپ کی عقل اچھی رہی.... اس سرنگ سے نکل تو گئی"۔ آفتاب بول پڑا۔

وہ ہنسنے لگے۔

"شاید جھنجلاہٹ کی وجہ سے تم لوگ اس قسم کے جملے بول رہے ہو"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"شاید جھنجلاہٹ کی وجہ سے نہیں.... یقیناً جھنجلاہٹ کی وجہ

سے"۔ مکھن بولا۔

"اچھا بھائی.... اب تم لوگوں سے کون مغز مارے"۔

"آپ اپنا کام کریں.... ہمیں اس سرنگ میں ہی نہیں رہنا"۔ منور علی خان جل کر بولے۔

"اوہ اچھا"۔

"ایک منٹ انکل"۔ محمود نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اب محمود نے مجھے ایک منٹ انکل بنا دیا.... ہے کوئی تک.... آخر یہ ہو کیا رہا ہے اس سرنگ میں"۔

"خدا کا شکر کریں.... اس نے آپ کو دو منٹ انکل نہیں کہا"۔

"کیا"۔ وہ گھبرا گئے۔

"خیر تو ہے.... آپ اتنی سی بات پر گھبرا گئے"۔ پروفیسر عقان ہنسے۔

"تب پھر مجھے کتنی سی بات پر گھبرانا چاہیے"۔

"حد ہو گئی.... اب آپ بھی ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے"۔

"کیا کروں.... مجبوری ہے"۔ پروفیسر داؤد نے کندھے اچکائے۔

"یہ یہاں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی.... وہ بھی اس سرنگ میں"۔

"اسے آپ مجبوری کی کاری گری کہہ لیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"تو یہ سب سے"۔ رفعت نے پاؤں پٹخے۔

"ان سب میں تو پھر تم بھی شامل ہو"۔ فرحت مسکرائی۔

"آخر ہم پر باتیں کرنے کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے..... یہ تو کام کا وقت ہے"۔ پروفیسر عقلان بولے۔

"کام کے وقت ہی وہ بھوت صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں..... کیا کیا جائے انکل..... ان کا بھی تو دل رکھنا پڑتا ہے"۔

"حد ہو گئی..... بھوتوں کے دل رکھے جا رہے ہیں..... اور سرنگ کا خیال نہیں"۔ فرزانہ جھلائی۔

"یہ گئی سرنگ"۔ پروفیسر بولے۔

اور وہ دروازے پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے..... اب سب خاموش ہو گئے..... ان کی طرف دیکھنے لگے..... ان کی مدد اب پروفیسر عقلان کر رہے تھے..... آخر پانچ منٹ بعد وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"دروازے سے دور ہٹ جاؤ..... کافی دور"۔

یہ کہ کر دونوں بھی ان کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگے۔

"ارے ہاں..... ایک بات ذہن میں آئی تھی..... وہ باتوں میں رہ ہی گئی"۔ ایسے میں محمود بولا۔

"وہ جب تم نے ایک منٹ انکل کہا تھا"۔ آصف مسکرایا۔

"ہاں ہاں اسی وقت"۔

"خیر اب کہ دو"۔

"انکل ذرا ٹھہریں..... ابھی اس دروازے کو نہ اڑائیں..... میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہی عمل آپ نے ایوان صدر والے دروازے پر کیوں نہیں کیا"۔

"یہ جمشید سے پوچھو"۔

اب محمود نے سوالیہ انداز میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔

"ہاں واقعی..... یہ سوال مجھ سے کرنا چاہیے..... اس طرف اس لیے خطرات منہ کھولے کھڑے ہوں گے، نوبا نے مقابلے کی خوب تیاری کر رکھی ہو گی"۔

انسپکٹر جمشید نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

"تو کیا..... وہ اس طرف انتظامات نہیں کر سکتا تھا"۔

آصف نے حیران ہو کر پوچھا۔

"غالباً" اس نے اس طرف بھی انتظامات کر رکھے ہوں گے..... لیکن اس طرف چونکہ وہ خود نہیں ہو سکتا، اس لیے معاملہ اتنا سنگین نہیں ہو گا"۔

انسپکٹر جمشید نے خیال ظاہر کیا۔

"تب تو ٹھیک ہے..... انکل..... اڑا دیں دروازہ"۔

محمود نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھتے ہوئے پرجوش انداز میں

"اچھا..... لیکن ابھی ہمیں اور پیچھے ہٹنا ہے"۔

"بہت بہتر"۔ وہ بولے۔

کافی دور ہٹ آنے پر پروفیسر داؤد نے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دیا.... سرنگ میں ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا.... سرنگ میں گرد و غبار اٹ گیا.... اور وہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہ گئے.... کافی دیر بعد خدا خدا کر کے گرد چھٹی۔

ساتھ ہی انہوں نے بہت سے لوگوں کے ہنسنے کی آوازیں سنیں۔

○☆○
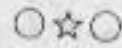
نوبا کے قیدی

انہوں نے چونک کر اس طرف دیکھا.... جس طرف دھماکا ہوا تھا.... انہوں نے دیکھا.... وہاں بہت سے آدمی کھڑے تھے.... ان کے ہاتھوں میں کلاشن کوفیں تھیں.... اور وہ بے تحاشا ہنس رہے تھے.... ہنسی کے ساتھ وہ رائفلوں کا رخ ان کی طرف کرنا نہیں بھولے تھے۔

"آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟"

"اپنی صورتیں دیکھی ہیں"۔

"نہیں.... سرنگ میں آئینے نہیں لگے ہوئے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اب دیکھ لیں"۔

"اوہ اچھا.... ہم سمجھ گئے.... سرنگ گرد سے اٹ گئی تھی.... ظاہر ہے.... اس گرد کا بہت کافی حصہ ہم سے بھی چمٹا ہوا ہو گا"۔

"کوئی ایسا ویسا.... بالکل گرد کے بھوت لگ رہے ہو.... اچھا تو اب گرد کے بھوتوں اور نوبا کے قیدیوں.... تمہیں نوبا کی قید مبارک ہو.... ان کے انچارج نے شوخ آواز میں کہا۔

"یہ.... یہ کیسی مبارک باد دی.... آپ نے"۔

"ہمارے پاس تو پھر آپ کے لیے ایسی ہی مبارک باد ہے"۔

"اچھا خیر.... ہم بھی وصول کر لیتے ہیں.... خیر مبارک"۔ فاروق نے کہا۔

"تم لوگوں سے نوبا کی طاقت کا اندازہ لگانے میں غلطی ہو گئی"۔ وہ ہنسا۔

"کوئی بات نہیں.... آپ اس غلطی کو درست کر دیں"۔ آصف بولا۔

"یہ غلطی اب قید خانے میں درست ہو گی"۔

ایسے میں پروفیسر داؤد کا ہاتھ حرکت میں آیا.... فوجیوں کے پیروں کے پاس اچانک کوئی چیز تیز آواز سے پھٹی.... بجلی سی چمکی اور پھر انہوں نے ایک حیرت ناک منظر دیکھا.... سارے فوجی جوں کے توں کھڑے نظر آئے.... ان کا قہقہہ فضا میں گونجا.... پھر انچارج بولا۔

"اب اندازہ ہوا نوبا کی طاقت کا"۔

"کچھ کچھ"۔

"تب پھر گرفتاری کے لیے خود کو پیش کر دو"۔

"لیکن پہلے ہمارے ایک سوال کا جواب دے دیں"۔

"اور وہ سوال کیا ہے؟"

"نوبا کہاں ہے؟"

"یہ بات اس وقت تک کوئی نہیں بتا سکتا' سوائے نوبا کے"۔

"غلط.... بالکل غلط"۔

"کیا کہا.... غلط بالکل غلط"۔ انچارج نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی کہا ہے.... اور غلط نہیں کہا"۔ فاروق مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... غلط ہی تو کہا ہے"۔ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو.... غلط سمجھے.... میرا مطلب تھا.... یہ بات غلط ہے کہ نوبا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا' نوبا کہاں ہے"۔

"تو کیا.... تم لوگ جانتے ہو؟"

"ہاں! بہت اچھی طرح"۔

"بہت خوب.... بتائیں پھر.... مسٹر نوبا کہاں ہیں؟"

"آپ کو بتانے کا کیا فائدہ.... آپ یقین نہیں کریں گے"۔

"کیوں.... کیوں نہیں کریں گے"۔

"بس رہنے دیں.... نہیں کریں گے"۔

"اوہو! میں وعدہ کرتا ہوں.... یقین ضرور کروں گا"۔

"اچھی بات ہے.... سن لیں.... نوبا صدر کی شکل میں ایوان صدر میں موجود ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"کیوں.... یقین نہیں آیا نا"۔

"نہیں.... اس لیے کہ وہاں صدر صاحب کی صورت میں صدر صاحب ہی ہیں"۔

"اچھا یہ بات ہے.... صدر صاحب.... ذرا آگے آ جائیں.... اور انہیں اپنی صورت دکھا دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اب وہ قیدی آگے بڑھا.... اسے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا"۔

"آپ میجر درانی ہیں نا"۔ صدر بولے۔

"اوہ یس سر.... آپ.... آپ تو بالکل صدر کی آواز میں بات کر رہے ہیں.... لہجہ بھی وہی ہے"۔

"میجر درانی میں خود صدر ہوں"۔

"تب پھر.... ایوان صدر میں کون ہے؟"

"وہ.... وہ نوبا ہے.... آپ انسپکٹر جمشید کی بات پر یقین کر لیں"۔

"افسوس! ہم یقین نہیں کر سکتے"۔

"آخر کیوں"۔ خان رحمان بولے۔

"بس نہیں کر سکتے"۔

"خیر.... آپ کی مرضی.... آپ ہمارے فوجی ہیں.... ہم آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتے.... آپ سے صرف اتنی سی درخواست ہے.... کہ آپ ہمیں جانے دیں"۔

"نہیں.... مجھے حکم ہے.... آپ کو گرفتار کر لوں"۔

"اگر آپ ہمیں گرفتار کریں گے تو خود بھی نوبا کے قیدی بن کر رہ جائیں گے.... پھر زندگی بھر آپ نوبا کی قید سے نہیں چھوٹ سکیں گے"۔

"اول تو ہم نوبا کے قیدی ہیں نہیں.... تاہم اگر ہم نوبا کے قیدی بنا لیے گئے تو اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی نہیں ہوگی"۔

"اچھی بات ہے.... آپ کی مرضی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی پروفیسر داؤد کا ہاتھ حرکت میں آیا.... فوجیوں کے پیروں کے پاس ایک دھماکا ہوا اور وہ گرتے چلے گئے۔

وہ سب کے سب بے ہوش ہو چکے تھے.... وہ وہاں سے نکل کر پھر اپنے خفیہ ٹھکانے پر آ گئے.... کیونکہ ایک بار پھر انہیں غور کرنا پڑ گیا تھا.... سرنگ کے راستے وہ آسانی سے اس تک پہنچ سکتے تھے.... جب کہ صدر دروازے کی طرف ان کے لیے ان گنت رکاوٹیں کھڑی کی جا چکی تھیں.... اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے انہیں نہ جانے کتنے فوجیوں کو راستے سے ہٹانا پڑتا.... لیکن وہ تو اپنے ملک کے ایک فوجی کو بھی نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتے تھے۔

"اب.... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں.... لوگ یہ سننا بھی پسند نہیں کریں گے کہ صدر کی جگہ نوبا نے لے لی ہے.... اس وقت ملک کے پورے عوام نوبا کے زیر اثر ہیں.... یہاں تک کہ فوج اور

پولیس بھی اس کی غلام بن چکی ہے"۔

"ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف ایک ہے"۔ پروفیسر عقلان نے کہا۔

"اور وہ کیا پروفیسر صاحب؟" وہ ان کی طرف مڑے۔

"تویا کی موت"۔

"ہاں! یہ بات بالکل ٹھیک ہے.... لیکن سوال تو یہی ہے.... ہم تویا کو موت کے گھاٹ کس طرح اتار دیں.... ہم نے سوچا تھا.... خاموشی سے سرنگ کے راستے میں اس کے سر پر پہنچیں گے.... اور اس سے ٹکرا جائیں گے.... پھر جو ہو گا.... دیکھا جائے گا.... لیکن اب اس تک پہنچنے کے لیے ان گنت لوگوں کا خون بہانا پڑے گا"۔

"تب پھر اس کی ایک اور صورت ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور وہ کیا انکل.... خدا کا شکر ہے.... آپ ایک اور صورت بتانے چلے ہیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم تویا کے فوجیوں کو موقع دے دیں اور وہ ہمیں گرفتار کر لیں.... اس طرح وہ ہمیں ضرور تویا کے سامنے پیش کریں گے.... اور ہم اس موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے"۔

"اب یہی کرنا ہو گا"۔

"تب پھر ان فوجیوں کو بے چاروں کو بے ہوش کرنے کی کیا

ضرورت تھی؟"

"اس وقت یہ ترکیب سامنے نہیں آئی تھی.... وہ لوگ اب تک وہیں پڑے ہوں گے.... ابھی ان کے ہوش میں آنے میں دیر لگے گی.... آیئے چلیں"۔ محمود نے ہنس کر کہا۔

وہ فوراً" واپس روانہ ہوئے.... اور اس جگہ پہنچے جہاں سرنگ کا دروازہ اڑا پڑا تھا.... اور فوجی بے ہوش پڑے تھے.... یہ عام جگہ تو تھی نہیں کہ کچھ لوگ وہاں پہنچ جاتے.... ساتھ ایک اجاڑ سا باغ تھا.... جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں بھوت رہتے ہیں.... اور دن میں بھی کوئی اس باغ کا رخ نہیں کرتا تھا۔

فوجی ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔

"اب ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا پڑے گا.... پروفیسر انکل.... یہ کب تک ہوش میں آئیں گے"۔

"چند منٹ اور"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ مسکرا دیے۔

اور آخر وہ ہوش میں آنے لگے.... جلدی جلدی بوکھلا کر اٹھنے لگے۔

"اپنے کپڑے جھاڑنے لگے.... یہاں تک کہ ان کے انچارج کی آواز سنائی دی۔

"اف مالک.... وہ لوگ ہمیں بے ہوش کر کے فرار ہو گئے....

اب تو یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا"۔

"یہ بہت برا ہوا"۔

وہ لوگ ان سے قدرے فاصلے پر اوٹ میں چھپے تھے... اس وقت انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

"نہیں... وہ آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہے گا"۔

وہ سب بری طرح اچھلے... اور ان کی طرف مڑے... ان سب کو وہاں بیٹھے دیکھ کر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"یہ... یہ... یہ کیا؟"

"یہ... یہ ... یہ ہم ہیں جناب"۔ فاروق نے کہا۔

"ہم سمجھے نہیں"۔

"تو ہم سمجھائے دیتے ہیں... فرمایئے... آپ کیا سمجھنا چاہتے ہیں... سوائے الجبرا کے"۔

"یہ سب کیا ہے... ہمیں بے ہوش کرنے کے باوجود آپ یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں اور یہ کیا کہا... سوائے الجبرا کے... یہ کیا بات ہوئی؟"

"الجبرے والی بات کو جانے دیں... پہلے یہ بات کر لیتے ہیں کہ ہم یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فاروق کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کریں... کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہم چاہتے ہیں... آپ ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی... اگر خود کو گرفتار کرانا تھا تو ہمیں بے ہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ انچارج نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے یہ پروگرام نہیں تھا... ہم تو آپ کو یہاں بے ہوش چھوڑ کر اپنے گھر بھی چلے گئے تھے... وہاں جانے پر پروگرام بدلا اور ہمیں یہاں واپس آنا پڑا... خدا کا شکر ہے کہ آپ بے ہوشی کی حالت میں یہیں ہمیں مل گئے"۔

"حیرت ہے... کہاں ہے... پتا نہیں... آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"بس جو پروگرام بھی ہے... آپ ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"کیا آپ جانتے ہیں... گرفتار کرنے کے بعد ہمیں کیا حکم ہے"۔ انچارج نے مسکینی کے عالم میں کہا۔

"نہیں... ہمیں بھلا کیسے معلوم ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر آپ گرفتاری نہ دیں"۔

"کیوں... یہ کیا بات ہوئی... پہلے تو آپ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے بری طرح بے چین تھے... اب گرفتار کر ہی نہیں رہے... یہ کوئی تک"۔

"ہمیں حکم ہے... آپ لوگوں کو گرفتار کر کے... فوراً چند ذمے دار لوگوں کے سامنے پھانسی دے دی جائے... یہ پھانسی گلے میں

پھندا ڈال کر نہیں دی جائے گی.... بلکہ فائرنگ کی جائے گی"۔

"تب پھر.... آپ ایسا کرنے سے کیوں گھبرا رہے ہیں.... اس طرح تو آپ نوبا کو ناراض کر دیں گے"۔

"لیکن نہ جانے کیا بات ہے.... ہم اب آپ کو گرفتار نہیں کرنا چاہتے"۔

"آخر کیوں.... اس کی کوئی وجہ تو ہو گی آخر"۔

"صرف اور صرف یہ کہ اگر آپ لوگ چاہتے تو جاتے وقت ہمیں قتل کر سکتے تھے.... لیکن آپ صرف بے ہوش کر کے چلے گئے"۔

"ہم بلاوجہ انسانوں کا خون نہیں بہاتے.... یہ ہماری خاص عادت ہے"۔

"بس تو پھر.... آپ کی اس بات کی وجہ سے ہمیں آپ سے دلی ہمدردی پیدا ہو گئی ہے"۔

"آپ خود کو مشکل میں نہ ڈالیں اور ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"آپ عجیب ہیں.... خود کو موت کے حوالے کر رہے ہیں"۔

"آپ موت نہیں ہیں.... موت جب آئے گی، اسے تو یوں بھی کوئی نہیں روک سکے گا"۔

"لیکن میں آپ کو نوبا کے سامنے ہرگز پیش نہیں کروں گا.... اس لیے کہ ایسا کوئی حکم مجھے نہیں دیا گیا"۔

"کوئی بات نہیں.... بس آپ ہمیں گرفتار کر لیں"۔

"اچھا جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر وہ انہیں ہتھکڑیاں پہنانے لگے.... تاہم ایسا کرتے ہوئے وہ اداس تھے.... حد درجے اداس.... جیسے کوئی بہت ناخوش گوار کام کر رہے ہوں۔

ایسے میں نوبا کا قہقہہ سنائی دیا.... وہ چونک اٹھے.... وہ دھک سے رہ گئے.... اگر وہ اس کی آواز سن سکتے تھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یہاں ہونے والی بات چیت سنتا رہا تھا۔

"کیا ہوا.... کیا ڈر گئے؟"

"ڈرتی ہے.... ہماری جوتی"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"شاہد مرزا.... کیا کہا ان میں سے کسی نے؟"

نوبا کی آواز سنائی دی.... اور وہ حیرت میں ڈوب گئے۔

○☆○

حیرت

بات حیرت کی تھی.... نوبا ان سے پوچھ رہا تھا.... کیا کہا ان میں سے کسی نے.... اس کا صاف مطلب یہ تھا' وہ اس وقت تک یک طرفہ بات چیت سنتا رہا تھا.... اور اس سے اندازہ لگا تا رہا تھا کہ ان کی طرف سے کیا کہا جا رہا ہے.... گویا وہ ان کی آوازیں نہیں سن رہا تھا۔

انھیں اس وقت اپنے اس لباس کی اہمیت کا اندازہ ہوا.... یعنی یہ اس سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوا تھا.... جتنا کہ انھوں نے اندازہ لگایا تھا.... ان کا اندازہ صرف اتنا تھا کہ اس لباس کی مدد سے وہ نوبا کی اس طاقت سے بچ جائیں گے.... جو یہ جان لیتی ہے.... وہ کہاں ہیں.... یا کل کیا کریں گے.... لیکن اب معلوم ہوا.... ان کی وجہ سے وہ ان کی آوازیں بھی نہیں سن سکتا تھا۔

"انھوں نے کہا ہے.... جلتی ہے.... ہماری جوتی"۔

"اچھا! یہ بات ہے.... انھیں ایوان صدر لے آؤ"۔

"جی.... کہاں لے آؤں"۔

"اونچا سنتے ہو.... ایوان صدر لے آؤ"۔

"آپ نے تو حکم دیا تھا.... انھیں فوراً موت کی سزا دی جائے اور ایسا چند اہم آفیسر کے سامنے کیا جائے"۔

"اب میرے سامنے ایوان صدر میں ایسا کیا جائے گا"۔

"آپ.... سر آپ ایوان صدر میں موجود ہیں"۔ شاہد مرزا نے چونک کر کہا۔

"تم انھیں لے آؤ بس"۔

اس کے بعد اس کی آواز نہ سنائی دی۔

"لیجیے.... آپ کا مسئلہ تو ہو گیا حل.... آپ نوبا کے سامنے جانا چاہتے تھے.... اور اس نے خود تمھاری خواہش پوری کر دی"۔

"شکریہ"۔ وہ مسکرائے۔

"میرا شکریہ کس بات کا.... آپ شکریہ ادا کیجیے گا مسٹر نوبا کا"۔

"جب اس کے سامنے جائیں گے.... تو اس کا کریں گے"۔

"چلیں پھر.... آپ تو گئے کام سے"۔

"کیا کہا.... ہم تو گئے کام سے.... وہ کیسے؟"

"آپ اب ہیں کتنی دیر کے مہمان"۔

"یہ اللہ کو پتا ہے"۔

"اور نوبا کو بھی"۔ اس نے فوراً کہا۔

"نہیں.... نوبا کو نہیں پتا"۔ فاروق مسکرایا۔

"یہ کیسے کہہ دیا آپ نے"۔ شاہد مرزا چونکا۔

"ہر چیز کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے"۔

"تب پھر نوبا کل ہونے والے واقعات کے بارے میں آج کیسے بتا دیتا ہے..... آپ کو شاید معلوم نہیں..... اب بڑی بڑی طاقتیں اس سے معاوضہ ادا کر کے معلومات حاصل کرتی ہیں..... کل ہونے والے یا ایک ماہ بعد ہونے والے واقعات معلوم کرتی ہیں..... اور اس طرح وہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا دولت مند انسان بن چکا ہے"۔

"اس کا ہمیں اندازہ ہے..... لیکن اسے ہر بات کا علم نہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ابھی اس نے آپ سے پوچھا تھا..... کیا کہا انہوں نے..... یعنی وہ ہماری آواز نہیں سن سکا تھا..... اور اپنے نوبا سے پوچھو..... کہ ہماری موت کا وقت کیا ہے..... ابھی معلوم ہو جائے گا..... وہ بتا سکتا ہے یا نہیں"۔

"مسٹر نوبا..... آپ سن رہے ہیں"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو شاہد مرزا"۔

"یہ پوچھ رہے ہیں..... ان کی موت کا وقت کیا ہے"۔

"آج شام ٹھیک چار بجے یہ سب مر جائیں گے..... میرے جلاد ان کی گردنیں اڑا دیں..... گولیوں سے ہلاک کرانے میں مزا نہیں ہے..... تلواروں سے سر قلم کیے جائیں گے"۔

"آپ نے سنا..... مسٹر نوبا نے کیا کہا ہے"۔

"ہاں! سن چکے ہیں..... اس لیے کہ نوبا کی طرح ہم بہرے نہیں

ہیں"۔

"کیا کہا..... مسٹر نوبا اور بہرے؟" وہ چونکا۔

"ہاں تو اور کیا..... کیا وہ ہماری آواز سن سکا ہے..... اس سے کہو..... ہماری آوازیں سن کر دکھائے..... اگر اس میں کوئی طاقت ہے"۔

"مسٹر نوبا..... آپ نے سنا، یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"نہیں..... میں نہیں سن سکا"۔

"یہی تو ان کا سوال ہے..... آخر آپ کیوں نہیں سن سکتے"۔

"تم ان کے ساتھ اپنا دماغ خراب نہ کرو..... انہیں ایوان صدر لے آؤ..... ورنہ تمہارا بھی وہی انجام ہو گا..... جو ان کا ہونے والا ہے"۔

"نن نہیں..... نہیں سر"۔

"تو پھر روانہ ہو جاؤ"۔

"میں انہیں لے کر آ رہا ہوں سر"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

آواز بند ہو گئی۔

"سنا آپ نے"۔

"ہاں سنا..... اب تو آپ کو یقین آ گیا..... وہ سب کچھ نہیں جانتا..... وہ تو ہماری آوازیں تک نہیں سن سکتا"۔

"آخر یہ کیسے ممکن ہے..... یہ آپ کیسے کر لیتے ہیں؟"

"اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے..... جب بھی کوئی ایسا شیطانی فتنہ پیدا

ہوتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کام لیتے ہیں"۔

"کیا کہا۔۔۔ شیطانی فتنہ"۔

"ہاں! یہ شیطانی فتنہ ہے۔۔۔ نوبا شیطانوں سے کام لیتا ہے۔۔۔ لیکن شیطان اسے ہر بات کی خبر نہیں دے سکتے۔۔۔ بس صرف شیطانی کاموں کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔۔۔ مثلاً "جوا"۔۔۔ اب جوا شیطانی کام ہے۔۔۔ رحمانی نہیں۔۔۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جوئے کی خبروں کو نہیں چھپاتے۔۔۔ شیطان ان خبروں کو لے اڑتے ہیں۔۔۔ اور نوبا جیسے لوگوں کو بتا دیتے ہیں۔۔۔ کہ کل یہ ہو گا۔۔۔ فلاں گھوڑا جیتے گا۔۔۔ فلاں ٹیم میچ ہار جائے گی۔۔۔ وغیرہ وغیرہ"۔

"لیکن جناب۔۔۔ آپ نے شاید غور نہیں کیا"۔ شاہد مرزا الجھن کے عالم میں بولا۔

"کس بات پر؟"

"اس بات پر کہ وہ تو ایک ایک لمحے کی فلم دکھا دیتے ہیں۔۔۔ کل ہونے والا میچ آج ٹی وی پر مکمل دکھا دیتے ہیں۔۔۔ اور اگلے دن میچ بالکل اسی طرح ہوتا ہے"۔

"ہاں! اس بات پر ہم اب تک حیران ہیں کہ۔۔۔ شیطان اس قدر مکمل معلومات کس طرح اسے دے دیتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کی فلم کیسے تیار ہو جاتی ہے"۔

"بس تو پھر۔۔۔ ابھی آپ مسٹر نوبا کی طاقت کو نہیں سمجھ سکے۔۔۔

اور وہ آپ کو چیونٹی کی طرح مسل دے گا اب"۔

"پروا نہیں۔۔۔ ہم جیسے سر پھرے اور پیدا ہو جائیں گے۔۔۔ جو نوبا سے ٹکرا جائیں گے۔۔۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آخر نوبا کو بھی تو موت آئے گی۔۔۔ دنیا میں کوئی انسان بھی ہمیشہ تو نہیں رہ سکتا۔۔۔ آخر ایک دن اسے مرنا ہو گا"۔

"اب میرا دماغ مزید آپ کی باتیں نہیں سن سکتا"۔

"تو پھر ہمیں ایوان صدر لے چلیں"۔

اور وہ انہیں ایوان صدر لے آیا۔

"انہیں صدر کے کمرے میں پہنچایا جائے گا"۔ ایوان صدر کے دروازے پر موجود عملے نے بتایا۔

"اوہ اچھا"۔

وہ مسکرا دیے۔۔۔ پھر انہیں صدر کے کمرے میں لایا گیا۔۔۔ اندر صدر موجود تھے۔

"تو یہ لوگ آ گئے"۔ اب انہوں نے صدر کی آواز سنی۔

"ہاں مسٹر نوبا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کہہ سکتے ہو۔۔۔ اسی لیے میں نے تمہیں یہاں اپنے کمرے میں بلا لیا۔۔۔ اب یہاں میرے اور تم لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔۔۔ ہماری آوازیں بھی باہر نہیں جائیں گی۔۔۔ لہٰذا تم کھل کر بات کرو"۔

"بہت بہتر مسٹر نوبا۔۔۔ آپ نے اتنی اجازت تو دی۔۔۔ ہمارا پہلا

سوال یہ ہے کہ آپ یہ کس طرح کر لیتے ہیں.... کل کی باتیں کس طرح دیکھ لیتے ہیں.... بلکہ ان کی قلم تک کس طرح بنا لیتے ہیں"۔

"آپ نے اس بارے میں اب تک کیا اندازے لگائے ہیں"۔

"یہ کہ آپ شیطانوں سے کام لیتے ہیں"۔

"اچھا.... اور کچھ"۔ وہ مسکرایا۔

"اور یہ کہ پروفیسر شیبان نے کوئی تجربہ کیا تھا.... یہ سارا کھیل اس تجربے کی وجہ سے ہے"۔

"اچھا.... اور کچھ"۔ وہ ہنسا۔

"اور کچھ نہیں.... اب آپ بتا دیں"۔

"بس یہی ایک بات ہے.... جس کا جواب میں نہیں دے سکتا"۔

"کیا آپ مجھ سے ہاتھ ملانا پسند کریں گیا"۔ پروفیسر داؤد نے اچانک کہا۔

نوبا نے چونک کر ان کی طرف دیکھا.... پھر بولا۔

"آپ مجھ سے ہاتھ کیوں ملانا چاہتے ہیں.... یہ جاننے کے لیے کہ میں انسان ہوں بھی یا نہیں"۔

"ہاں! شاید میں یہی اندازہ لگانا چاہتا ہوں"۔

"یہ لیں.... ملا لیں مجھ سے ہاتھ.... آج آپ لوگوں کے تمام اندازے غلط ہونے کا دن ہے.... اور ساتھ ہی آج آپ کی موت کا بھی

دن ہے"۔

"اللہ مالک ہے"۔

اب انہوں نے نوبا کا ہاتھ تھام لیا.... اور اس کو نرمی سے دبا کر دیکھا.... وہ ہاتھ انہیں عجیب سا لگا.... تاہم وہ تھا گوشت اور پوست کا ہی.... ہاتھ اور انگلیوں کی بناوٹ بھی ان جیسی ہی تھی.... اس کے باوجود انہیں یوں لگا جیسے یہ ہاتھ ان کی دنیا کے انسانوں کا نہ ہو۔

"یہ ہاتھ.... اگرچہ انسانی ہاتھ ہے.... لیکن لگتا ہے.... کسی دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"جی.... کیا کہا.... دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں.... کسی دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ"۔

"نن.... نہیں"۔ نوبا چلا اٹھا۔

اس کے چلانے پر وہ چونک اٹھے.... انہوں نے جلدی سے نوبا کی طرف دیکھا.... اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار تھے.... اور اس حیرت میں خوف بھی شامل تھا.... انہیں یہ دیکھ کر ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا.... ایسے میں اس کے منہ سے نکلا۔

"میں آپ کو اب اپنا اصل روپ دکھا ہی دوں"۔

"کیا کہا.... اصل روپ.... وہ تو ہم جانتے ہیں.... صدر صاحب کا روپ آپ کا اپنا روپ نہیں ہے' آپ کا اپنا روپ تو وہ روپ

ہے.... جس میں آپ ہوٹل میں ہمشہ جلد سے ملے تھے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ غلط سمجھے.... میرا اصل روپ وہ بھی نہیں تھا.... اصل روپ صرف اور صرف آپ لوگ دیکھیں گے.... وہ بھی آج.... آخری بار"۔

"دکھائیں پھر"۔

"ذرا آپ لوگ آنکھیں بند کر لیں"۔

"نہیں.... اس طرح آپ کوئی چال چل جائیں گے"۔

"ایسی کوئی بات نہیں.... میں آپ لوگوں سے چال کیوں چلوں گا.... آپ کی موت کا وقت مقرر ہو چکا ہے.... آپ لوگ اس کمرے سے اب زندہ نہیں نکل سکیں گے.... یقین نہیں تو اس کمرے کے دروازوں اور کھڑکیوں کو کھول کر دیکھ لیں.... کیا آپ ان کو کھول سکتے ہیں.... جب کہ یہ اندر سے بند نہیں ہیں.... نہ ان کو باہر سے بند کیا گیا ہے.... یقین نہیں تو باہر موجود نگرانوں سے پوچھ لیں"۔

"کیسے پوچھ لیں.... جب کہ یہاں کی آواز باہر سنی ہی نہیں جا سکتی"۔

"میں یہ بٹن دبا رہا ہوں.... اس کے بعد باہر کی آواز اندر اور اندر کی باہر جا سکتی ہے"۔

"اوہ اچھا"۔

اس نے بٹن دبایا۔

"باہر موجود نگران صاحبان.... کیا صدر صاحب کے کمرے کے دروازے باہر سے بند ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں پوچھا۔

"آپ اس قدر بلند آواز میں کیوں بات کر رہے ہیں.... ہم بہرے نہیں"۔ باہر سے ناخوش گوار انداز میں کہا گیا۔

وہ دھک سے رہ گئے.... ایوان صدر کے تمام نگران تو ان کا دل سے احترام کرتے تھے.... اس کا مطلب تھا.... توبا نے یا تو ان سب کو تبدیل کر دیا تھا.... یا پھر ان کے دماغ بدل کر رکھ دیے تھے۔

"سوال کا جواب دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"دروازے باہر سے بالکل کھلے ہیں.... آپ اندر سے کھول کر دیکھ لیں"۔ جواب ملا۔

انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں توبا کی طرف دیکھا۔

"میں یہ دروازہ اندر سے کھول دیتا ہوں.... آپ خاموشی سے اس کو کھول کر چیک کر لیں.... یہ کہنے سے پہلے اس نے بٹن پھر آف کر دیا تھا تاکہ آوازیں باہر سنی نہ جا سکیں۔

"اچھا"۔ وہ بولے اور دروازہ کھول دیا.... وہ کھل گیا.... باہر نگران موجود تھے.... انہوں نے انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر برا سا منہ بنایا.... پھر ایک نے توبا سے پوچھا۔

"اب آپ کب حکم دیں گے ان کی موت کا؟"۔

"ان کی موت میرے ہاتھوں ہو گی.... تم لوگوں کو صرف لاشیں دی جائیں گی"۔ نوبا ہنسا۔

"چلیے یونہی سہی"۔ وہ ہنسے۔

"انسپکٹر جمشید دروازہ بند کر دو"۔

وہ دروازہ بند کر کے ان کی طرف مڑے۔

"اب اگر میرا اصل روپ دیکھنا ہے تو آنکھیں بند کر لیں.... ورنہ میں اپنا کام شروع کرتا ہوں"۔

"کون سا کام؟"

"موت کا کام"۔

"موت کا کام اور آپ کریں گے.... یہ کیسے ممکن ہے"۔

"بس.... میں کروں گا.... مرنے سے پہلے آپ کو احساس ہو جائے گا"۔

"اچھی بات ہے.... دیکھ لیتے ہیں.... آپ کا اصل روپ.... یہ لیں کر لیں ہم نے آنکھیں بند"۔

"لیکن شرط ایک ہے.... آپ لوگ ذرا سی بھی آنکھیں نہیں کھولیں گے.... اگر کھولیں.... تو پھر میرا اصل روپ آپ کو نظر نہیں آئے گا.... اصل روپ اسی صورت میں نظر آئے گا.... جب آپ میں سے ہر ایک مکمل طور پر آنکھیں بند کرے.... صرف تیس سیکنڈ کے لیے.... یہ کوئی اتنا زیادہ وقفہ نہیں ہے.... آسان کام ہے"۔

"او کے.... ہم نے تیس سیکنڈ کے لیے آنکھیں بند کر لیں.... ب کیا کرنا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"انتظار.... تیس سیکنڈ کا انتظار"۔

"اچھا"۔ وہ بولے۔

اب ان سب کی آنکھیں بند تھیں.... مکمل طور پر بند.... پھر ان ے اندازے کے مطابق تیس سیکنڈ گزر گئے۔

"مسٹر نوبا.... تیس سیکنڈ گزر گئے.... کیا ہم آنکھیں کھول دیں؟"

جواب میں انہیں نوبا کی آواز سنائی نہ دی۔

"مسٹر نوبا.... آپ نے جواب نہیں دیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بے ین ہو گئے۔

اب بھی جواب نہ ملا.... آخر انہوں نے آنکھیں کھول دیں.... ھر وہ دھک سے رہ گئے.... کمرے میں نوبا نہیں تھا۔

"مسٹر نوبا.... آپ کہاں ہیں.... ہمیں آواز دیں.... ہم یاد کرتے ں"۔ فاروق نے گنگنانے کے انداز میں روتی آواز میں کہا۔

وہ ہنس پڑے.... پھر انہوں نے پورے کمرے اور ساتھ ملے باتھ روغیرہ کا اچھی طرح جائزہ لیا.... نوبا وہاں نہیں تھا۔

"لیجیے صدر صاحب.... نوبا آپ کی سیٹ خالی کر گیا"۔ انسپکٹر ید مسکرائے۔

"یہ.... یہ کیسے ممکن ہے.... اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت

تھی؟"

"اسے اپنی شکست صاف نظر آ رہی تھی۔۔۔ ایسا اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کیا۔۔۔ وہ ہمیں ختم کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔۔۔ بلکہ ہم اسے ختم کر دیتے۔۔۔ لہٰذا اس نے فرار ہونے کی سوچی"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن کیسے۔۔۔ دروازے جوں کے توں بند ہیں۔۔۔ ہم نے کوئی دروازہ کھلنے کی آواز نہیں سنی"۔

"ہاں! لیکن اب یاد کریں۔۔۔ پروفیسر صاحب وہ جب آپ کی تجربہ گاہ میں تھا۔۔۔ ہم نے اس کی آواز سنی تھی۔۔۔ لیکن جب ہم اندر داخل ہوئے تھے۔۔۔ تو وہ غائب تھا۔۔۔ اسی طرح وہ اس ہٹ میں غائب ہو گیا تھا۔۔۔ ایک دو اور جگہوں سے وہ اسی طرح غائب ہوا تھا۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ وہ جسم رکھتا ہے۔۔۔ لیکن جسم سمیت جس جگہ سے چاہتا ہے۔۔۔ غائب ہو جاتا ہے"۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں"۔ وہ سب چلائے۔

○☆○
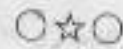
بھاری غلطی

وہ سب سکتے کے عالم میں نہ جانے کتنی دیر بیٹھے رہے۔۔۔ پھٹی ی آنکھیں سے ایک دوسرے پر نظریں جماتے رہے۔۔۔ یوں جیسے وہ ب ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں۔

"آخر یہ کیسے ممکن ہے؟"

پھر پروفیسر داؤد کے ہونٹ ہلے۔

"انسان کے لہروں میں تبدل ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ ہونے کے واقعات ہمارے علم میں ہیں۔۔۔ لہٰذا اس پر زیادہ حیران ں ہونا چاہیے۔۔۔ زیادہ حیرت کی بات صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ ۔۔۔ یعنی نوبا کا ہاتھ اس دنیا کے انسانوں جیسا نہیں ہے"۔

"تب پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ وہ کسی دوسری دنیا کا انسان "۔ پروفیسر عقدان نے کانپتی آواز میں کہا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔۔ ہو سکتا ہے' اس نے بوجھ کر اپنا ہاتھ ایسا بنا رکھا ہو۔۔۔ تاکہ ہاتھ ملانے والے یا دیکھنے ے اسے اس دنیا کا انسان خیال نہ کریں۔۔۔ آخر وہ اس پوری دنیا پر

حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے"۔

"پوری دنیا پر تو ایک طرح سے اس کی حکومت قائم ہو چکی ہے.... تمام ملکوں کے طاقت ور ترین لوگ اس سے خوف کھاتے ہیں"۔

"ہاں! لیکن وہ ہم سے خوف کھا رہا ہے.... آخر کیوں؟"

"یہ بات واقعی بہت عجیب ہے.... لیکن اس عجیب ترین بات پر غور ہم پھر کر لیں گے.... پہلے ایوان صدر کا مسئلہ حل کریں"۔

"یہاں کا مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں ہے.... اصل صدر ہمارے ساتھ موجود ہیں.... آپ اپنا میک اپ اتار دیں.... اور نگرانوں سے کہیں دروازے کھول دیں.... نوبا نے ذہنوں پر جو قبضہ جما لیا تھا.... اس کا اثر بہت تیزی سے زائل ہو جائے گا.... بلکہ اس کا اثر ہم اسی وقت دیکھ لیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... میں کھلواتا ہوں دروازہ"۔

یہ کہہ کر پہلے تو انہوں نے وہ بٹن آن کیا.... جس سے وہ ان کی آواز سن سکتے تھے.... پھر بولے۔

"دروازہ کھول دیں"۔

"سر.... دروازے تو پہلے ہی باہر سے بند نہیں ہیں"۔ باہر سے کہا گیا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے"۔ صدر مسکرائے۔

انسپکٹر جمشید آگے بڑھے اور دروازہ کھول دیا.... باہر موجود نگران حیرت زدہ نظر آئے۔

"کیوں! آپ لوگ کس بات پر حیران ہیں"۔

"آپ کب آئے.... ہمیں پتا ہی نہیں چلا"۔ وہ بولا۔

"آپ کا مطلب ہے.... ہم لوگ؟" انسپکٹر جمشید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"جی ہاں! آپ لوگ کب آئے؟"

"اس کا مطلب ہے.... آپ پوری طرح چوکس ہو کر نگرانی نہیں کرتے"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"جی نہیں.... سر.... یہ بات نہیں.... ہم حیران ہیں.... ہمیں آپ کے آنے اور اندر داخل ہونے کا پتا کیوں نہیں چلا.... کیا آپ آج کل جادو سیکھ رہے ہیں.... یا سیکھ چکے ہیں؟"

"جادو حرام ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"تب پھر یہ کیا ہے.... ہمیں کیوں اندازہ نہیں ہوا؟"۔

"پھر کسی وقت وضاحت کریں گے"۔ انہوں نے کہا۔

پھر وہ صدر سے اجازت لے کر جانے کے لیے مڑے۔

"لیکن جمشید.... اب میں کیا کروں"۔

"نوبا کی وجہ سے ہمارا ملک حد درجے دولت مند ہو گیا.... نوبا کی لائی ہوئی دولت بھی ایوان صدر کے لاکرز میں موجود ملے گی.... کیونکہ

وہ جاتے وقت دولت ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔۔۔ اس کا جسم لہروں میں تبدیل ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ اپنے ساتھ دولت کو لہروں میں تبدیل کر کے نہیں لے جا سکتا تھا۔۔۔ لہٰذا تمام دولت یہیں اور بینکوں میں موجود ہے۔۔۔ جو آپ کے دستخطوں سے نکل سکتی ہے۔۔۔ باہر کی دنیا نے ہمیں خوب لوٹا ہے۔۔۔ خوب ٹھگا ہے۔۔۔ ہر ہر معاملے میں اس نے لوٹنے کی کوشش کی ہے۔۔۔ لہٰذا اب اس دولت پر ہمارا حق ہے۔۔۔ اس کو ملک اور قوم کی ترقی میں استعمال کریں"۔

"اور نوبا؟"

"اس سے ہم نبٹ لیں گے۔۔۔ آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"آخر اس کی طاقت یک دم کس طرح زائل ہو گئی۔۔۔ وہ بھیڑ کیوں بن گیا۔۔۔ جب کہ پہلے اس کے سامنے ہم سب لوگ بالکل بے بس ہو گئے تھے"۔

"پانی"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا۔۔۔ کیا کہا۔۔۔ پانی"۔

"ہاں سر۔۔۔ پانی۔۔۔ آپ کے جسم پر اس وقت جو لباس ہے اور ہم سب کے جسم پر جو لباس ہیں۔۔۔ وہ پانی سے تیار کیے گئے ہیں"۔

"کیا۔۔۔ پانی سے تیار کیے گئے ہیں۔۔۔ بھلا پانی کے بھی لباس تیار ہو سکتے ہیں"۔ صدر دھک سے رہ گئے۔

"باریک ترین پلاسٹک کی دوہری تہ کے سلے ہوئے لباس ہیں اور ان کے درمیان پانی کی ہلکی سی تہ اسے ناکام بنانے کے لیے کافی ہو گئی۔۔۔ وہ پانی میں سے اپنی طاقت کو نہیں گزار سکتا۔۔۔ اور اگر وہ ہم پر ہاتھوں پیروں سے حملہ کرتا تو ہم اس کا کچومر نکال دیتے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ صدر بولے۔

"لہٰذا اس نے سوچا' فرار ہونے میں ہی اس کی بہتری ہے"۔

"لیکن وہ کہاں گیا ہو گا؟"

"یہ سوچنا پڑے گا اور دیکھنا پڑے گا اور یہ ہمارا کام ہے۔۔۔ ہم کریں گے' آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"او کے"۔ وہ بولے۔

پھر وہ ایوان صدر سے نکل آئے۔۔۔ نگرانوں نے معمول کے مطابق انہیں سلام کیا تھا۔۔۔ اب ان میں تختی والی ایک علامت بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

راستے میں بھی وہ یہی محسوس کرتے رہے کہ نوبا کا اثر بالکل ختم ہو چکا ہے۔

"یہ تو کمال ہو گیا جمشید۔۔۔ یعنی جس شخص کو ہم ناقابل تسخیر خیال کرتے رہے۔۔۔ وہ صابن کا جھاگ ثابت ہوا"۔

"آپ یہ لباس اتار دیں۔۔۔ اس کے بعد دیکھیں اس کی طاقت۔۔۔ وہ پھر ایوان صدر پر قابض ہو جائے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا

مسکرائے۔

"اوہ.... اس کا مطلب ہے.... وہ صرف اور صرف اس لباس کی وجہ سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا"۔

"ہاں! اس لیے کہ اس کی موجودگی میں، وہ ہم پر قابو پانے کے قابل نہیں تھا"۔

"تب پھر اس نے ہمیں ان فوجیوں کے ذریعے اپنے پاس کیوں بلوایا تھا؟"

"اس وقت تک اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ہم نے کس قسم کے لباس پہن رکھے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... لیکن بہرحال یہ ہو گیا کمال"۔

"بس! یہ سب اللہ کی مہربانیاں ہے"۔

"تاہم.... یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے.... وہ ہماری دنیا کا ہی انسان ہے.... یا کسی دوسری دنیا کا"۔

"اس کا اور ہمارا مقابلہ ابھی ہونا ہے.... وہ ایسے ہی فرار نہیں ہو گا"۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"وہ پھر حملہ آور ہو گا.... فی الحال ہمارا علاج سوچنے کی غرض سے غائب ہوا ہے"۔

"ارے باپ رے.... میں تو سمجھ رہا تھا.... اس کا کانٹا نکل

گیا"۔

"نہیں.... اب وہ پوری طاقت سے حملہ آور ہو گا.... یہ اور بات ہے کہ ہم اسے مہلت نہیں دیں گے"۔

"وہ کیسے؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"فاروق، آفتاب اور محمود فوری طور پر اس کی تلاش میں روانہ ہو جائیں"۔

"یہ آپ نے کیا کہا"۔ فاروق بوکھلا گیا۔

دوسرے مسکرا دیے۔

"ہم جس قدر جلد اسے تلاش کر لیں گے.... اسی قدر ہمارے حق میں بہتر ہو جائے گا.... بلکہ ہمارے حق میں نہیں.... ہمارے پورے ملک کے حق میں.... بلکہ پوری دنیا کے حق میں.... اور یہ بات میں انتہا کی حد تک سنجیدہ ہو کر کہہ رہا ہوں.... گویا ایک سوال پوچھے بغیر روانہ ہو جاؤ"۔ انسپکٹر جمشید کی سرد آواز نے انہیں تھرا دیا۔

اس وقت تک وہ گھر کے دروازے پر پہنچ چکے تھے.... لہٰذا فاروق، آفتاب اور محمود اسی وقت باہر سے ہی روانہ ہو گئے.... جب کہ باقی لوگ اندر داخل ہو گئے.... اور جونہی وہ اندر داخل ہوئے.... ان کی سٹی گم ہو گئی.... بیرونی دروازہ کھلا ملا تھا۔

اندر بیگم جمشید موجود نہیں تھیں۔

"اف مالک.... یہ ہم سے بھاری غلطی ہو گئی.... بیگم کے لیے

یہ خاص لباس تیار نہیں کروایا.... وہ انہیں اغوا کر کے لے گیا.... گویا
اب وہ اس کے قبضے میں ہے.... اور ان کے ذریعے ہمیں بلیک میل
کرے گا"۔

"یہ اس نے گھٹیا وار کیا ہے.... کیا تمہیں اندازہ ہے جمشید....
وہ کہاں ہو گا؟" خان رحمان نے طیش میں آ کر کہا۔

"اگر اندازہ ہوتا.... تو ان تینوں کو کیوں بھیجتا.... ہم سب روانہ
ہوتے پھر تو"۔

"اف مالک.... اب.... اب ہم کیا کریں؟"

"ہم بھی اس کی تلاش میں نکلتے ہیں.... ان تینوں سے موبائل پر
رابطہ رکھیں گے"۔

"بہت خوب"۔

وہ افراتفری کی حالت میں خان رحمان کی بڑی گاڑی میں روانہ
ہوئے.... ان کے دماغ بھائیں بھائیں کر رہے تھے.... اور انہیں کچھ
سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اس کی تلاش میں کہاں جائیں.... ایسے میں
فرزانہ نے کہا۔

"ہو سکتا ہے.... وہ گھر کے فون پر رابطہ کرے.... لہٰذا کیوں نہ
ہم آنٹی شیرازی کی ڈیوٹی لگا دیں.... وہ اس سے بات کر لیں گی اور ہمیں
فون کر دیں گی"۔

"یہ ٹھیک رہے گا.... ویسے تو اس بات کا زبردست امکان ہے کہ

نوہا کو ہمارے موبائل نمبر بھی معلوم ہوں گے"۔

"تب بھی اگر ہم یہاں آنٹی کو چھوڑ جاتے ہیں.... اس میں کوئی
حرج نہیں"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... بیگم شیرازی کو سمجھا کر گھر سے روانہ ہو
گئے.... ابھی چند منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ بیگم شیرازی کا فون
انہیں ملا.... وہ کہہ رہی تھیں۔

"نوہا نے فون کیا تھا.... اس نے کہا ہے.... اگر آپ لوگ سب
کے سب اپنی خیریت چاہتے ہیں تو میری طرف کا رخ نہ کریں.... مجھے
تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں.... ورنہ بیگم جمشید.... آپ کو زندہ
نہیں ملیں گی"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ بولے۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"آپ ابھی یہیں آرام کریں.... ہو سکتا ہے، پھر اس کا فون
آئے.... آپ ہماری طرف سے اس سے کہہ دیں کہ اس معاملے میں وہ
براہ راست ہم سے بات کر لے.... آپ ہمارے موبائل نمبر اسے بتا
دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے ہی تھے کہ ایک بار پھر فون
کی گھنٹی بجی.... اس بار دوسری طرف سے فاروق کی آواز سنائی دی.... وہ

کہ رہا تھا۔

"ہم نے اسے تلاش کر لیا ہے ابا جان.... آپ فوراً"....

اس کے ساتھ ہی فاروق کی آواز کا گلا گھٹ گیا.... انسپکٹر جمشید ہیلو ہیلو کرتے رہ گئے.... لیکن پھر انھیں فاروق کی آواز سنائی نہ دی.... اور نہ فون بند کیا گیا.... اب تو وہ بری طرح بے چین ہو گئے۔

"فاروق' آفتاب اور محمود اس تک پہنچ گئے ہیں.... لیکن اس کے شکنجے میں بھی آ گئے ہیں"۔ وہ بولے۔

"لیکن ابا جان کیسے.... اس لباس میں ہوتے ہوئے' وہ ہمارے خلاف بھلا کیا کر سکتا ہے"۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی غور طلب ہے.... لیکن ظاہر ہے اس غرض کے لیے اس نے کچھ تو کیا ہو گا"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟"

"ہم.... فرزانہ بتائے گی"۔

"مم.... میں.... میں"۔ فرزانہ ہکلائی۔

"صرف تم نہیں.... فرحت اور رفعت بھی اپنے اپنے دماغ پر زور دو.... جلدی"۔ وہ چلائے۔

انھوں نے دماغ پر زور دیا.... اور پھر اچانک رفعت بہت زور سے اچھلی.... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"کیا ہوا.... خیر تو ہے"۔

"میں نے جان لیا.... وہ کہاں ہے"۔ اس نے جذباتی آواز میں کہا۔

"تمھارا مطلب ہے.... نوبا"۔

"ہاں! نوبا.... جہاں نوبا ہے' وہیں امی جان اور فاروق وغیرہ ہیں"۔

"اور یہ سب کہاں ہیں اور یہ تم نے اس قدر جلد کیسے جان لیا؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"میں نے صرف ایک بات پر غور کیا تھا کہ اس قدر جلد فاروق وغیرہ اس تک کیسے پہنچ گئے.... جونہی میں نے اس پر غور کیا.... میرے دماغ نے کہا.... وہ پروفیسر شیبان کے جنگل والے ٹھکانے پر ملیں گے"۔

"کیا!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے.... پھر وہ بے تحاشہ اس طرف دوڑ پڑے۔

○☆○
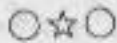
سب سے بڑا ہتھیار

"سوال یہ ہے کہ ان لباسوں کے ہوتے ہوئے.... نوبا نے ان پر قابو کیسے پالیا؟" فرزانہ بولی۔

"اس پر مجھے حیرت ہے.... ایوان صدر سے تو وہ بھیگی بلی بن کر بھاگا تھا.... اب وہاں پہنچ کر شیر کیسے بن گیا؟" فرحت نے جواب دیا۔

"جنگل میں جو چلا گیا"۔ رفعت مسکرائی۔

"نہیں.... اس نے کوئی چال چلی ہے.... اور ہمیں اس چال سے بچنا ہو گا.... ورنہ ہم سب بھی اس کے قابو میں ہوں گے.... اور پھر وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا.... یہ ہم جانتے ہی ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"اور مجھے فاروق' آفتاب اور مکھن کا خیال ستا رہا ہے"۔ آصف نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ تینوں بھی عجیب ہیں.... سوچا نہ سمجھا.... سیدھے اس کے ٹھکانے پر پہنچ گئے"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"تو اور کیا کرتے؟" خان رحمان ہنسے۔

"اگر انہیں یہ بات سوجھ ہی گئی تھی کہ نوبا کہاں ہے.... تو ہمیں اطلاع دیتے"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"اس طرح ہیرو بننے کا کام نہ ہو پاتا"۔

"اور اب جیسے ہیرو وہ بنے ہوئے ہیں.... وہ وہی جانتے ہیں"۔

"ہاں واقعی.... نوبا سے کسی ہمدردی کی امید تو رکھی نہیں جا سکتی"۔

"اوہ کوئی بات نہیں.... اللہ مالک ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

اور پھر وہ جنگل میں اس جگہ کے نزدیک پہنچ گئے.... جہاں پروفیسر شیان نے اپنی زندگی کے بہت سے سال گزارے تھے.... کافی دور ہی وہ گاڑی سے اتر گئے.... اور درختوں کی اوٹ لے کر آگے بڑھنے لگے.... ایسے میں انہوں نے آگ کی تپش محسوس کی.... وہ چونک اٹھے۔

"یہ کیا.... یہاں تو کہیں آگ لگی ہے"۔

"ہاں! اس طرف دھواں تو نظر آ رہا ہے.... اور اسی سمت میں پروفیسر شیان کا مکان ہے"۔

"ارے باپ رے.... کیا اس نے آگ کے ذریعے ان پر قابو پایا ہے"۔

"آگ کے ذریعے کیسے"۔

"آگ کے ذریعے پانی والے لباس اس قدر گرم ہو گئے کہ ان

قمیضوں کو وہ اتارنا پڑ گئے۔۔۔ اور لباس اتارنے کے بعد نوبا کو ان پر قابو پانا کیا مشکل تھا"۔

"ہوں۔۔۔ واقعی۔۔۔ پروفیسر صاحب۔۔۔ آپ فوراً" حرکت میں آ جائیں"۔

"فکر نہ کرو۔۔۔ اس آگ کی وجہ سے ہم لباس نہیں اتاریں گے"۔ وہ مسکرائے اور آگے بڑھ گئے۔۔۔ ان کے پاس آگ بجھانے کی چیزیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔

وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے اور جیبوں سے چھوٹی چھوٹی چیزیں نکالتے جا رہے تھے۔۔۔ چلتے چلتے انہوں نے چند سفوف آپس میں ملائے اور پھر جونہی وہ آگ کے قریب پہنچے' انہوں نے وہ آمیزہ آگ کی طرف اچھال دیا۔۔۔ ہوا کا رخ اسی طرف تھا۔۔۔ چنانچہ ہوا اس سفوف کو اڑا کر اور آگ کی طرف لے گئی۔۔۔ سفوف آگ پر گرا اور انہیں یوں لگا جیسے آگ پر بارش شروع ہو گئی ہے۔۔۔ وہ چھن چھن کرتی بجھتی چلی گئی۔۔۔ یہاں تک کہ بالکل بجھ گئی۔۔۔ اور وہاں صرف دھواں اٹھتا نظر آنے لگا۔

"نوبا! تمہاری لگائی ہوئی آگ سرد ہو گئی۔۔۔ مقابلے کے لیے سامنے آ جاؤ"۔

"اس کی ضرورت نہیں"۔ نوبا کی ہنسی سنائی دی۔

"کیا مطلب۔۔۔ کس کی ضرورت نہیں؟"

"اس کی کہ۔۔۔ میں تم لوگوں کے سامنے آؤں۔۔۔ تمہارے چار

ساتھی میرے قبضے میں ہیں۔۔۔ تاہم اگر تم یہ بتا دو۔۔۔ کہ میں کیا ہوں۔۔۔ تو انعام کے طور پر ان چاروں کو چھوڑ دوں گا۔۔۔ اور یہاں سے چلا جاؤں گا"۔ نوبا نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

"کیا کہا۔۔۔ یہاں سے چلے جاؤ گے۔۔۔ کہاں چلے جاؤ گے؟"

"بس۔۔۔ اس سے آپ لوگوں کو کیا لینا۔۔۔ کہیں نہ کہیں تو چلا جاؤں گا"۔

"لیکن ہم تمہیں کیوں جانے دیں گے۔۔۔ تم تو ہمارے مجرم ہو۔۔۔ تم نے تو ان گنت جرائم کیے ہیں"۔

"اس بات کو لکھ لیں۔۔۔ آپ لوگ نوبا کو زندہ گرفتار تو کر ہی نہیں سکیں گے۔۔۔ یہ بات تو طے شدہ ہے"۔

"کوئی پروا نہیں۔۔۔ ہم نوبا کی لاش سے بھی کام چلا لیں گے"۔ آصف نے بلند آواز میں کہا۔

وہ سب مسکرا دیے۔

"او کے۔۔۔ اب تم مجھ پر حملہ کر دو"۔

"یہی تو مشکل ہے۔۔۔ جب تک ہم اپنے چار ساتھی تم سے واپس حاصل نہیں کر لیتے۔۔۔ حملہ نہیں کر سکتے"۔

"ہاہاہا"۔ اس نے قہقہہ لگایا۔

"یہ قہقہہ کس خوشی میں لگایا گیا ہے"۔

"اس خوشی میں کہ تم مجھ پر حملہ نہیں کر سکتے۔۔۔ کیونکہ تمہارے

چار ساتھیوں کی زندگیاں میری مٹھی میں ہیں.... تم ان سے صورت حال معلوم کر سکتے ہو"۔

"کیوں فاروق.... تم لوگوں کا کیا حال ہے؟"

"اللہ کا شکر ہے.... ہم خیریت سے ہیں.... آپ حملہ کریں"۔ فاروق کی آواز گونجی۔

لیکن انہوں نے صاف محسوس کر لیا کہ وہ سخت تکلیف میں ہے۔

"فاروق کی خیریت معلوم ہوئی.... بیگم تم کس حال میں ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے.... آپ حملہ کریں"۔ ان کی آواز سنائی دی۔

"آفتاب.... محسن.... جواب دو"۔ انسپکٹر جمشید نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہم بھی بالکل ٹھیک ہیں انکل.... آپ جلدی کریں"۔ آفتاب بول پڑا۔

وہ اور بے چین ہو گئے.... اس لیے کہ ہر ایک کی آواز سے تکلیف ٹپک رہی تھی۔

"مسٹر توبا.... یہ کیا بہادری ہے"۔

"مجھے بہادری دکھانے کا کوئی شوق نہیں.... آپ مجھے بزدل سمجھ لیں"۔

"او کے مسٹر توبا.... اب ہماری طرف سے باقاعدہ جنگ کا آغاز

ہو رہا ہے"۔

"جنگ کا آغاز"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بالکل"۔

"تو کیا آپ کو یقین آ گیا.... یہ چاروں بالکل خیریت سے ہیں"۔ توبا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں.... ہم جان گئے.... تم نے انہیں سخت اذیت سے دوچار کر رکھا ہے"۔

"اور جب تم آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے.... تو ان کی مشکل میں دوگنا اضافہ ہو جائے گا.... اس وقت تم ان کی چیخوں کو آسمان سے باتیں کرتے سن سکو گے"۔

"اللہ مالک ہے.... توبا ہم آ رہے ہیں.... ہمیں روک سکتے ہو تو روک لو"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

اور پھر وہ آگے بڑھے.... جونہی آگے بڑھے.... انہوں نے ان چاروں کی دردناک آوازیں سنیں.... انہوں نے فوراً قدم روک لیے۔

"رک کیوں گئے دوستو.... آگے بڑھو نا"۔ توبا کی آواز سنائی دی۔

"یہ کوئی مزے داری نہیں.... ہمیں بے بس کر کے ہماری بے بسی کا مزا اٹھا رہے ہیں.... آپ تو بہت طاقت ور ہیں.... اپنی طاقت سے ہم سے لڑیں.... نہ کہ ہماری بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں"۔

"میں ان باتوں کو نہیں مانتا..... اگر اپنے ان ساتھیوں کو بچانا ہے تو اپنے پانی والے لباس کو اتارنا ہو گا..... ورنہ جونہی آپ لوگ آگے بڑھیں گے..... ان کی چیخیں کانوں تک پہنچیں گی"۔

"یہ آپ اچھا نہیں کر رہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں اچھائی اور برائی کے چکر میں نہیں پڑتا"۔

"بہت خوب! ہمیں سوچنے کی مہلت دے سکتے ہیں آپ؟"

"اوہ ضرور..... ضرور"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

وہ اس مکان سے قدرے دور ہٹ آئے..... پھر انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مشورہ کیا..... انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ نوبا نے اب تک جو اتنے لوگوں کو ہلاک کیا تھا..... وہ کس طرح کر دیا تھا..... کس ذریعے سے کیا تھا..... کیونکہ ان کے جسموں پر کوئی زخم نہیں تھا..... پوسٹ مارٹم نے کسی زہر کی کہانی بھی نہیں سنائی تھی..... ان حالات میں وہ پریشان تھے کہ وہ ان سب کو بھی اس حربے سے ختم کر سکتا ہے..... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہو نہ ہو..... اس کی کمزوری صرف اور صرف پانی ہے..... وہ ہمارے جسموں سے صرف پانی کو الگ کرنا چاہتے ہے..... رہ گئے ہمارے دوسرے تین ساتھی..... ان کے لباس اس نے بھائی صاحب کی دھمکی

دے کر اتروا دیے ہوں گے..... جیسے کہ اب وہ ہم سے مطالبہ کر رہا ہے"۔

"یا پھر آگ کی تپش سے مجبور ہو کر انہوں نے لباس اتار دیے ہوں گے..... ان کے ساتھ تو پروفیسر داؤد تھے نہیں..... گویا اس وقت ہمارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنے چار ساتھیوں کو اس سے کس طرح چھڑائیں..... انسپکٹر جمشید نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"گویا ہمیں اس مہلت میں صرف یہ سوچنا ہے"۔

"ہاں! پانی والے لباس کی موجودگی میں وہ نہ ہم سے لڑ سکتا ہے..... نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتا ہے..... اگر اس قابل ہوتا تو وہ کیوں مطالبہ کرتا کہ لباس اتار دو"۔ پروفیسر بولے۔

"یہی اب سوچنا ہے"۔ خان رحمان نے کہا۔

وہ سب سوچ میں گم ہو گئے..... کافی دیر گزر گئی..... ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا..... انہوں نے بار بار فرزانہ، فرحت اور رفعت کی طرف دیکھا..... لیکن ان کی عقلیں خبط ہو کر رہ گئیں..... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں..... کہ ہم یہ لباس اتار دیں"۔

"اس طرح ہم سب اس کے قبضے میں ہوں گے"۔ پروفیسر داؤد نے خبردار کیا۔

"ہم اب اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟"

"تو پھر بسم اللہ کرو"۔

وہ پھر اس جگہ آ گئے... انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"ہم ہار گئے... یہ لباس اتار رہے ہیں"۔

"بہت خوب... جونہی آپ لوگ یہ اتاریں گے... آپ کے چاروں ساتھیوں کو میں رہا کر دوں گا"۔

"اور اس کے بعد؟" انہوں نے پوچھا۔

"اس کے بعد تم لوگ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو میں حاضر ہوں... ضرور مقابلہ ہو گا اور اگر تم لوگ شہر واپس جانا چاہتے ہو تو بھی جا سکتے ہو... لیکن اگر یہ سوچ رہے ہو کہ یہ تو بہت آسان بات ہو گئی... ہم شہر جا کر پھر ایسے ہی لباس بنوا لیں گے اور پھر مقابلہ کے لیے یہاں آ جائیں گے... تو ایسا نہیں ہو سکے گا"۔

"سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکے گا"۔

"یہ راز کی بات ہے... اور راز کی بات بتانے کے لیے نہیں ہوتی"۔

"او کے... آپ انہیں چھوڑ دیں... ہم یہ لباس اتار رہے ہیں"۔

"بہت خوب"۔ وہ بولا۔

پھر انہوں نے لباس اتار دیے... جلد ہی انہیں فاروق، آفتاب

مکھن اور بیگم جمشید آتے نظر آئے... نزدیک آتے ہی بیگم جمشید نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے، یہ سب میری وجہ سے ہوا"۔

"نہیں بیگم... تم محسوس نہ کرو... یہ تمہاری وجہ سے ہرگز نہیں ہوا"۔ وہ مسکرا دیے۔

"بھلا کیوں نہیں ہوا... میری وجہ سے ان تینوں نے وہ لباس اتارے... اور اب آپ نے اتارے"۔

"اوہو... کوئی بات نہیں... آؤ اب چلیں"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے شہر"۔

"ہاں شہر... ہم توہا سے مقابلہ نہیں کر سکتے... کریں گے تو منہ کی کھائیں گے"۔

وہ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہوئے... ایسے میں توہا کی آواز ابھری۔

"واضح ہو... اب تم میری نظروں میں ہو اور پہلے والی چال نہیں چل سکو گے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ ہنسا۔

"پہلے والی چال... کیا مطلب جناب؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"پہلے والی چال سے مراد بس پہلے والی چال"۔ اس نے کہا۔

انہوں نے فوراً ذہن دوڑائے... لباسوں والی چال تو انہوں نے

آخر میں اختیار کی تھی.... پہلے والی چال کون سی تھی.... اچانک فرزانہ کے چہرے پر حیرت کی بجلی چمکی.... اس نے فوراً" آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دیا۔

"پہلے والی چال کا مطلب ہے.... دوسری ریاست والی چال.... وہ ریاست دراصل ایک جزیرہ ہے.... اس کے چاروں طرف پانی ہے"۔

وہ بری طرح چونکے.... پھر ان کی گاڑی اچانک ساحل کی طرف مڑ گئی.... ان کے ایسا کرنے پر نوبا کی آواز سنائی نہ دی.... انہیں حیرت سی ہوئی.... پھر پروفیسر داؤد نے اشاروں میں کہا۔

"خبردار! اب کوئی نہ بولے"۔

انہوں نے ہونٹ بند کر لیے.... ایسے میں نوبا کی آواز سنائی دی۔

"یہ کیا.... تم لوگ خاموش کیوں ہو گئے"۔

"پروفیسر داؤد نے زور سے سر ہلا کر اشارہ دیا.... کہ بات نہیں کرنا ہے"۔

"ارے.... تم بولتے کیوں نہیں.... جواب دو.... کیوں خاموش ہو"۔

وہ اب بھی نہ بولے.... ان کی گاڑی بدستور ساحل کی طرف جا رہی تھی.... بلا کی رفتار سے۔

"انسپکٹر جمشید.... بولو.... بولو"۔ نوبا چیخا۔

وہ مسکرا دیے.... نوبا ان کی خاموشی پر پریشان ہو گیا تھا.... گویا وہ

رف ان کی آواز کے ذریعے ان کا پتا چلا سکتا تھا.... اگر وہ بول پڑتے
ڈاے فوراً" ان کی سمت کا اندازہ ہو جاتا.... اس کا مطلب تھا.... پانی
ے بعد خاموشی ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھی۔

"انسپکٹر جمشید.... کیا بالکل بزدل ہو گئے.... میرے مقابلے میں ہار
ان گئے.... شکست کھا گئے.... ہاہاہا.... اتنے بڑے بڑے لوگوں کو شکست
ینے والے میرے مقابلے میں بات تک نہیں کر سکے.... کہاں گئی ان
ی طاقت.... ان کی عقل.... ان کی ترکیبیں؟" وہ ہنسا اور بلند آواز میں
تا چلا گیا۔

وہ اب بھی خاموش رہے.... انہوں نے گویا اپنے ہونٹ سی
لے تھے' یہ بات تو اچانک ان کے ذہن میں آ گئی تھی.... ورنہ اس
ت وہ ساحل کی طرف نہ جا سکتے.... نوبا راستے میں ہی انہیں ڈھیر کر
ک.... ویسے تو وہ اس بات پر بھی حیرت زدہ تھے کہ نوبا نے انہیں جنگل
ے واپس آنے کی مہلت ہی کیوں دی.... لباس اتروانے کے بعد تو
ب کچھ کر سکتا تھا.... لیکن شاید وہ ان لوگوں کو اس لیے ہلاک انہیں
ں چاہتا تھا کہ اسے ان کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہ گیا
.... لباسوں والی ترکیب ناکام بنانے کے بعد وہ خود کو ہر طرح سے
ظ خیال کر رہا تھا۔

اور پھر وہ ساحل پر پہنچ گئے.... نوبا اب تک بار بار انہیں پکار رہا
.... ساحل پر آبدوز موجود تھی.... ابھی وہ سمندر میں اترے نہیں

تھے کہ انھیں سمندر میں بحری جہاز اور آب دوزیں اپنی طرف بڑھتے نظر آئے۔

"خاموش رہنا ہے..... جب تک کہ ہم سمندر میں نہ اتر جائیں"۔ پروفیسر داؤد نے اشاروں میں کہا۔

عین اس وقت ایک نئی بات ہو گئی۔

○☆○

جزیرہ سام پر

سمندر کے پانی پر ایک آگ کا گولہ نمودار ہوا..... اور بلا کی رفتار سے ان کی طرف بڑھنے لگا..... وہ اب بھی نہ بولے..... البتہ خان رحمان نے فوراً" آب دوز کو نیچے لے جانے کی کوشش کی..... اور عین اس وقت گولا ان کے اوپر سے گزرا..... جب وہ پانی میں اتر چکے تھے..... گویا وہ بال بال بچے۔

"اف مالک..... یہ گولا کہاں سے آگیا..... اگر نوبا ہمیں دیکھ نہیں پایا تو گولے کے وار کا کیا مطلب؟"

"گولا بحری جہاز سے فائر ہوا تھا..... غالباً" یہ کوئی نئی قسم کا ہتھیار ہے..... ایک توپ داغی گئی تھی..... اس میں سے گولا نکلا تھا..... اور میں نے زندگی میں کبھی ایسی توپ نہیں دیکھی"۔ خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"سوال یہ ہے انکل..... اب تو صدر اس کے زیر اثر رہے ہی نہیں..... تو انھوں نے یہ جہاز اور آب دوزیں کس طرح بھیج دیے"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"وہ بھی صرف صدر صاحب سے اس کا اثر ختم ہوا ہے۔۔۔ اور وہ آئندہ کے لیے صرف اسی صورت میں محفوظ ہو سکتے ہیں۔۔۔ جب ہماری ہدایت کے مطابق پانی کا لباس پہنے رکھیں۔۔۔ ایک منٹ"۔ یہ کہ کر انہوں نے صدر کے نمبر ڈائل کیے۔۔۔ جلد ہی ان کا جواب ملا۔

"سر! یہ میں ہوں جمشید۔۔۔ کیا آپ نے پانی والا لباس پہن رکھا ہے"۔

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو جمشید؟"

"سوری! میں فی الحال یہ نہیں بتا سکتا۔۔۔ آپ بتائیں۔۔۔ کیا آپ نے پانی والا لباس پہن رکھا ہے"۔

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ"۔ صدر کی آواز سنائی دی۔

"پہلے آپ بتائیں"۔

"نہیں۔۔۔ میں نے لباس نہیں پہن رکھا"۔

"لیکن کیوں"۔

"ابھی ایسا لباس تیار کرنے کا آرڈر دے رکھا ہے۔۔۔ اور جلد از جلد تیار کرنے کی ہدایات دی تھیں۔۔۔ بن کر آتا ہی ہو گا"۔

"او کے۔۔۔ جب آپ وہ لباس پہن لیں گے۔۔۔ پھر آپ سے بات ہو گی"۔ یہ کہ کر وہ سیٹ بند کرنے لگے۔۔۔ لیکن صدر چلا اٹھے۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ تم جمشید نہیں۔۔۔ بتاؤ تم کہاں ہو"۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ اور فون بند کر دیا۔۔۔ اب وہ کافی فکر مند ہو چلے تھے۔

"اس نے صدر کو دوبارہ اپنے اثر میں لے لیا ہے۔۔۔ صدر صاحب نے فوراً" لباس نہیں بنوایا۔۔۔ ان سے دیر ہو گئی۔

"یہ برا ہوا۔۔۔ بہت برا ہوا۔۔۔ اب ہمیں پھر سے محنت کرنا پڑے گی"۔

"نہیں۔۔۔ اب ہم پہلے نوہا سے ٹکرائیں گے"۔

"وہ پورے ملک کی فوج اور پولیس کو ہمارے مقابلے میں لا کھڑا کرے گا"۔

"خیر۔۔۔ دیکھا جائے گا"۔

اور پھر آب دوزوں نے انہیں گھیرے میں لینے کی کوشش شروع کر دی۔۔۔ اب خان رحمان نے اپنی مہارت دکھائی۔۔۔ اور ان کے درمیان سے نکل گئے۔۔۔ آب دوزوں نے تعاقب شروع کیا۔۔۔ اس طرح وہ اپنے دوست کی ریاست تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔۔۔ اس ریاست کی سمندری حدود میں ان کے ملک کے جہاز داخل نہیں ہو سکتے تھے۔

اور جونہی ان کی آب دوز ریاست کی سمندری حدود میں داخل ہوئی۔۔۔ اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔۔۔ پھر سطح پر آنے کے لیے کہا گیا۔۔۔ اب وہ ساحل کے نزدیک تو تھے ہی۔۔۔ لہٰذا سطح پر آتے ہی

جزیرے پر اتر گئے۔

"خبردار۔۔۔ ہاتھ اٹھا دو"۔

"جی۔۔۔ ہاں۔۔۔ کیوں نہیں؟" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"ارے! یہ آپ ہیں۔۔۔ تو آپ نے بتایا کیوں نہیں؟"

"ہم بتا نہیں سکتے تھے۔۔۔ دشمن ہمیں نشانہ بنانے پر تلا تھا"۔

"آیئے۔۔۔ آیئے۔۔۔ صدر آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے"۔

"ان شاء اللہ"۔

اب یہاں انہوں نے اپنے دوست سے ملاقات کی۔۔۔ تمام حالات اسے سنائے۔۔۔ ان کے خاموش ہونے پر وہ بولا۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ میری ریاست اس سے محفوظ ہے"۔

"اس سے ضرور محفوظ ہے۔۔۔ لیکن وہ ہمارے ملک کی فوج کے ذریعے آپ پر حملہ کروائے گا"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ بولا۔

"اس لیے آپ جلد از جلد ہمارے لیے پانی کے لباس تیار کروا دیں۔۔۔ تاکہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔۔۔ اور آپ ان سے کہہ سکیں کہ ہم لوگ یہاں نہیں ہیں"۔

"اس کی بجائے میں یہ کہنا زیادہ پسند کروں گا۔۔۔ کہ ہاں آپ لوگ یہاں میرے پاس ہیں۔۔۔ اور ہم مرتے دم تک آپ لوگوں کی

حفاظت کریں گے"۔ دوست بولا۔

"نہیں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے نفی میں سر ہلایا۔

"تب پھر میں وہی کروں گا۔۔۔ جو آپ کہیں گے"۔

"شکریہ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

لباس کی تیاری کا کام اسی وقت شروع ہو گیا۔۔۔ ایسے میں ان کے ملک کی بری، بحری فوج اس جزیرے کی طرف بڑھتی نظر آئی۔

ریاست کے صدر کا رنگ اڑتا نظر آیا۔۔۔ ایسے میں خان رحمان بولے۔

"آپ فکر نہ کریں۔۔۔ ان لوگوں کو باتوں میں لگائیں۔۔۔ ان سے درخواست کریں۔۔۔ ان سے پوچھیں۔۔۔ وہ کیا چاہتے ہیں۔۔۔ ظاہر ہے، وہ صرف اور صرف یہ کہیں گے کہ آپ ہم لوگوں کو ان کے حوالے کر دیں۔۔۔ چنانچہ آپ ان سے کہہ دیں کہ ٹھیک ہے۔۔۔ آپ ہمیں ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم لوگ جان دے سکتے ہیں۔۔۔ اپنا مہمان نہیں دے سکتے"۔

"اوہ۔۔۔ آپ نہیں جانتے۔۔۔ کہ اس وقت ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن ہم اسی صورت میں محفوظ رہیں گے۔۔۔ جب کہ آپ صرف وہ کریں۔۔۔ جو ہم کہیں"۔

"اچھی بات ہے.... بتائیں پھر.... مجھے کیا کرنا ہے"۔

"ان سے صلح کی بات چیت شروع کر دیں.... مذاکرات کریں.... شرائط طے کریں.... تحریری طور پر شرائط لکھوائیں.... اس وقت تک تو ان شاء اللہ لباس تیار ہو جائیں گے.... جب ہم وہ لباس پہن کر فارغ ہو جائیں.... آپ ہمیں ان کے حوالے کر سکتے ہیں"۔

"یہ.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ اس نے پُر زور انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی.... آپ ابھی تک نہیں سمجھے.... آپ ہمیں ان کے حوالے کر کے دونوں ملک کی فوجوں کو مرنے سے بچا لیں گے"۔

"لیکن لوگ کیا کہیں گے"۔ صدر نے کہا۔

"کچھ نہیں کہیں گے.... یہ وقت کا تقاضا ہے.... آپ خوشی سے ہم لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کر رہے"۔

"گویا آپ جو کہہ رہے ہیں.... مجھے صرف وہ کرنا ہے"۔

"ہاں! اگر آپ نے اس کے عین مطابق نہ کیا.... تو پھر ہم بری طرح ناکام ہو جائیں گے.... اور پھر پوری دنیا پر تو با کا قبضہ ہو جائے گا.... پوری دنیا پر"۔

"ارے باپ رے"۔

"لیکن ابا جان.... پوری دنیا پر کیسے.... جزیروں پر تو نہیں ہو سکے گا"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"جزیروں پر فوج کی مدد لے گا"۔

"ہوں.... اچھا.... خیر.... میں ان سے مذاکرات شروع کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا.... ادھر ان کی موجودگی میں ہی لباس دھڑا دھڑ تیار ہو رہے تھے.... آخر سب سے پہلا لباس بن گیا۔

"انکل.... آپ تو اسے پہن لیں"۔ محمود نے انسپکٹر کامران مرزا سے کہا۔

"نہیں.... سب لوگ ساتھ ہی پہنیں گے"۔

"لیکن اسے عقل مندی نہیں کہا جا سکتا"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا۔

"اس لباس کو پہن کر کامران مرزا کم از کم ہماری پارٹی کا ایک آدمی تو محفوظ ہو ہی سکتا ہے.... لہٰذا کیوں نہ ایک تو محفوظ ہو"۔

"بات معقول ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر اس کو آپ پہن لیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہم.... میں.... نہیں.... آپ پہن لیں"۔

"اور یہ بات معقول کس طرح ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"حد ہو گئی.... پروفیسر انکل.... آپ پہن لیں"۔

"ہم.... میں.... پہن لوں.... نن نہیں.... جب سب پہنیں گے اس وقت میں بھی پہن لوں گا"۔

ایسے میں ایک لباس اور تیار ہو گیا... لیکن اس کو بھی کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ ایسے میں کچھ دیر بعد ریاست کا صدر آتا نظر آیا۔

"ہاں دوست کیا رہا؟"

"مذاکرات ناکام... ان کا ایک ہی سوال ہے... یہ کہ آپ لوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے... وہ لوٹ جائیں گے"۔

"آپ ایک بار پھر جا کر انہیں باتوں میں لگائیں... دو لباس بن چکے ہیں... دو اور تیار ہونے کو ہیں... بس تھوڑی دیر کی بات ہے... پھر آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں گے"۔

"یہ بات اب تک میرے بس سے باہر ہے"۔

"آپ وعدہ کر چکے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے آنکھیں نکالیں۔

اور وہ منہ بناتا چلا گیا... ادھر دھڑا دھڑ لباس تیار ہو رہے تھے... اس کے بعد جب وہ آیا تو صرف دو لباس تیار ہونے رہ گئے تھے۔

"ہاں! اب وہ کیا کہتے ہیں؟"

"اب انہوں نے آخری الٹی میٹم دیا ہے... یہ کہ اگر آدھ گھنٹے کے اندر اندر تمہیں ان کے حوالے نہ کیا گیا... تو وہ ریاست کو تہ و بالا کر دیں گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... خیر آپ جا کر ان سے کہہ دیں... کہ

آپ ہمیں ان کے حوالے کر رہے ہیں... اور لے کر آ رہے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ اس نے اداس انداز میں کہا۔

"آپ کو اداس ہونے کی ضرورت نہیں... وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے"۔

"فوج کو حکم مل چکا ہے... جونہی آپ لوگ ان کے ہاتھ لگیں... جس حالت میں بھی ہاتھ لگیں... آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے"۔

آپ پریشان نہ ہوں... اور بس دیکھتے جائیں... ہم اپنے ملک کی اور آپ کی ریاست کی فوج کو نہیں لڑا سکتے... اور اس کا فائدہ بھی تو کوئی نہیں ہو گا... پھر بھی تو وہ ہمیں گرفتار کر ہی لیں گے... تو ناحق خون بہانے کا کیا فائدہ"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

اچھا خیر... اللہ حافظ"۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا... اس بار اس کی واپسی ہوئی تو وہ لباس پہن کر بالکل تیار کھڑے تھے... اس نے اداس انداز میں ان کی طرف دیکھا... پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"آپ... آپ رو رہے ہیں؟"

"میں وہ بدقسمت ہوں... جو اپنے دوستوں کو خود موت کے حوالے کر رہا ہوں... لہٰذا روؤں نہ تو کیا کروں؟"

"نہیں... آپ کو رونا نہیں چاہیے... آپ اس ریاست کے

حکمران ہیں"۔

"میری حکمرانی کا کیا فائدہ... اگر میں آپ کو نہ بچا سکا"۔

"آپ بے فکر رہیں... یہ لوگ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے"۔

"پتا نہیں! آپ یہ بات کس طرح کہہ رہے ہیں... وہاں تو آپ کو گولیوں سے چھلنی کرنے کے لیے تیاریاں مکمل کی جا چکی ہیں"۔

"آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور پھر انھیں ایک بڑی گاڑی میں بٹھا کر ساحل پر لایا گیا... ساحل سے انھیں ایک لانچ میں سوار کیا گیا... لانچ اس بحری جہاز کی طرف روانہ ہوئی... جس پر انھیں سوار کرانا تھا۔

اس جہاز کے عرشے پر مسلح فوجی بالکل تیار کھڑے تھے... اور انھیں زد میں لے چکے تھے۔

"میرے دوست ایک بار پھر سوچ لیں"۔ حکمران نے درد بھری آواز میں کہا۔

"اب ہم اور کیا سوچ لیں... کچھ بھی سوچنے کا وقت گزر چکا ہے... اب تو صرف عمل کا وقت رہ گیا ہے"۔

"تو پھر عمل ہمیں کرنے دیں"۔

"ہم اپنی چند جانوں کے لیے پوری ریاست کے لوگوں کو کیوں

زندگی اور موت کے درمیان پھنسائیں... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم خود اپنی جانوں پر کھیل جائیں... اور پھر اگر ہم آپ لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دیتے ہیں... تو کیا آپ لوگ ہمارے ملک سے ٹکر لے سکیں گے... آپ کی پوری ریاست ہمارے ملک کے ایک چھوٹے سے شہر سے بھی چھوٹی ہے... آپ کے پاس چند ہزار فوج ہے... اور اسلحہ بھی اتنا نہیں... تو آخر آپ لوگ کیسے لڑیں گے"۔

"جذبے سے... ہم اپنے دوستوں پر قربان ہونے کے جذبے سے لڑیں گے... ہم فتح حاصل کرنے کے لیے نہیں لڑیں گے... ہم تو یہ بتانے کے لیے لڑیں گے... کہ ہم وہ ہیں... جو اپنے مہمانوں کے لیے جان دے سکتے ہیں... پوری ریاست کے لوگ خوشی خوشی آپ کے لیے جان دیں گے"۔

"نہیں... ہمیں یہ کسی طرح منظور نہیں"۔

"آپ کی مرضی... میں اور کیا کر سکتا ہوں"۔

اور پھر وہ اس جہاز کی طرف روانہ ہو گئے... ابھی نزدیک نہیں پہنچے تھے کہ انسپکٹر جمشید کے منہ سے اچانک نکلا۔

"ایک دو تین"۔

اور وہ سب کے سب پانی میں کود گئے... اس وقت فوجیوں نے ان پر گولیاں برسائیں... لیکن وہ تو پانی میں اتر چکے تھے... اب گولیاں کیا بگاڑ سکتی تھیں ان کا... ان کے کمانڈر نے چیخ کر کہا۔

"آب دوزیں ان کے پیچھے لگا دو"۔

جہاز سے آب دوزیں پانی میں اتاری گئیں... اور ان کی تلاش کا کام شروع ہوا... کئی گھنٹے تک مسلسل ان کی تلاش جاری رکھی گئی... اور پھر انھوں نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا... یہ اطلاع تو با کو ملی تو اس کا پارہ چڑھ گیا... اس نے فوراً" صدر کو حکم دیا۔

"یا تو آپ تین دن کے اندر اندر ان لوگوں کو گرفتار کر لیں... یا پھر اپنی موت قبول کر لیں"۔

"کک... کیا کہا؟" صدر لرز گئے۔

"ہاں! موت بالکل ویسی موت... جیسی بنگال' انشارجہ' وشاس' بلوچستان اور کئی دوسرے ملکوں کے لوگوں کو نصیب ہوئی... اور ان اموات کے بعد پھر ان ملکوں نے اپنا کوئی آدمی تو با کے چکر میں نہیں بھیجا تھا... بلکہ اس کے بعد تو وہ سب تو با کے ایک طرح سے زیر اثر آ گئے تھے"۔

"لیکن مسٹر تو با... آپ ہمیں بتائیں نا کہ وہ کہاں ہیں... ہم انھیں گرفتار کر لیں گے"۔

"نہیں... میں یہ نہیں بتا سکتا"۔

"کیا مطلب... جب آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے... تو یہ کیوں نہیں بتا سکتے کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"مجھ پر زبان چلا رہے ہیں... یعنی تو با سے... میں ابھی آپ کو

مزا چکھاتا ہوں"۔

"نن نہیں مسٹر تو با... میرا یہ مطلب نہیں تھا... یعنی میں طنز نہیں کر رہا تھا"۔ صدر گھبرا گئے۔

"تب پھر آپ کیا کہ رہے تھے؟" تو با غرایا۔

"آپ کو یاد کرا رہا تھا... کہ آپ اپنے علم کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں... وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"اچھی بات ہے... میں ابھی آپ کو اطلاع دوں گا کہ وہ کہاں ہیں... اور اگر اس پر بھی آپ ان لوگوں کو گرفتار نہ کر سکے تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔

"یس سر... یس سر"۔ صدر نے کانپتے ہوئے کہا۔

آواز بند ہو گئی... آدھ گھنٹے بعد پھر سنائی دی۔

"وہ جزیرہ سام پر موجود ہیں"۔

"جی... کیا فرمایا... جزیرہ سام پر موجود ہیں"۔ صدر چلائے۔

"ہاں! بالکل... آپ کو کیا ہوا؟"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ صدر چلائے۔

"اوہو کیا مصیبت آ گئی ہے... کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" تو با نے جھلا کر پوچھا۔

"یہ... یہ کہ وہ جزیرہ سام پر ہوں"۔

صدر صاحب نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر صدر؟"

نوبا نے الجھن زدہ انداز میں پوچھا۔

○☆○

اتنا بڑا دھوکا

"پہلی بات تو یہ مسٹر نوبا کہ جزیرہ سام ہمارے ملک کی سمندری حدود میں نہیں ہے..... دوسری بات یہ کہ وہ جزیرہ آدم خوروں کا جزیرہ ہے..... اس طرف جانے کی کوئی ہمت نہیں کرتا..... یہاں تک کہ جس ملک میں جزیرہ سام شامل ہے..... اس ملک کی فوج کا کوئی سپاہی بھی اس طرف نہیں جائے گا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے..... فوجی انکار نہیں کیا کرتے"۔ نوبا بولا۔

"جی ہاں! فوجی انکار نہیں کرتے' تعمیل کرتے ہیں..... لیکن اس جزیرے کے بارے میں سب لوگ جب انکار کریں گے تو پھر آفیسر کیا کر سکتے ہیں..... آج تک جزیرہ سام میں جو گیا..... زندہ واپس نہ آیا..... اس کی ہڈیاں تک نہ مل سکیں..... پتا نہیں..... اس کو کھانے کے بعد وہ ہڈیوں کا کیا کرتے ہیں؟"

"تو ہم اپنی فوج وہاں نہیں بھیج سکتے؟"

"ہمارے فوجی بھی جانے سے انکار کر دیں گے..... ورنہ وہاں کی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا..... کہ اس جزیرے پر کسی

ملک کے فوجی چڑھائی کرتے ہیں.... وہ حکومت تو خود چاہتی ہے.... جزیرہ آدم خوروں سے خالی ہو جائے"۔

"تب پھر.... آپ کو ایک بات بتاؤں"۔ توبا ہنسا۔

"جی ضرور.... میں بھلا روک سکتا ہوں آپ کو"۔

"میں جاؤں گا وہاں.... نہ صرف آدم خوروں کا صفایا کر دوں گا.... بلکہ ان لوگوں کا بھی خاتمہ.... ارے.... مم.... مگر...."۔

"کیا ہوا؟" صدر نے حیران ہو کر کہا۔

"اگر وہ جزیرہ آدم خوروں کا ہے.... اور کوئی وہاں سے آج تک زندہ واپس نہیں آیا.... تو یہ لوگ تو جزیرے پر زندہ نہیں ہوں گے"۔

"یہی تو مشکل ہے مسٹر توبا"۔

"اب اس میں کیا مشکل ٹپک پڑی؟"۔

"آدم خور ان کے دوست ہیں"۔

"کیا مطلب.... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ان آدم خوروں پر ان لوگوں نے کوئی احسان کیا تھا.... اس دن کے بعد سے وہ ان کے دوست ہیں"۔

"اور پھر بھی آدم خور ہیں.... ان لوگوں نے انہیں آدم خوری سے منع نہیں کیا.... کیونکہ یہ لوگ تو جہاں جاتے ہیں.... برائی کے خلاف ڈٹ جاتے ہیں.... تو اس جزیرے پر انہیں یہ برائی نظر نہیں آئی؟"

"اس بارے میں میں پوچھنا بھول گیا تھا"۔

"تب پھر میں سمجھ گیا"۔ توبا ہنسا۔

"مہربانی فرما کر مجھے بھی بتا دیں.... آپ کیا سمجھ گئے؟"

"یہ کہ وہ انہیں آدم خوری سے روک چکے ہیں.... لیکن اس بات کو انہوں نے اور آدم خوروں نے اپنے تک رکھا ہے.... تاکہ ان کا رعب اسی طرح قائم رہ سکے.... اور کوئی جزیرے کا رخ نہ کر سکے.... اب ان لوگوں کو کوئی خوف کیسے ہو سکتا ہے.... لہٰذا آپ نے بہت قیمتی معلومات مجھے دیں.... اب میرا اور ان کا مقابلہ ان سے وہیں ہو گا"۔

"آپ بھول رہے ہیں مسٹر توبا"۔

"کیا بھول رہا ہوں؟"

"وہ پانی کے گھیرے میں ہیں.... آپ وہاں نہیں جا سکتے"۔

"اس سوال کا جواب میں آپ کو نہیں.... انہیں دوں گا"۔

"حیرت ہے.... کمال ہے.... آخر آپ وہاں کیسے جائیں گے؟"

"بس جا رہا ہوں.... دنیا کی کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکتی.... ان سب کے لیے میں اکیلا کافی ہوں.... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے میرے ہاتھوں ایک بہت بڑا دھوکا کھایا ہے.... اتنا بڑا دھوکا کہ وہ خود بھی اندازہ نہیں لگا سکتے.... کہ انہوں نے اتنا بڑا دھوکا زندگی میں کسی اور سے کھایا ہے یا نہیں"۔

"آخر وہ کیا دھوکا ہے.... میں بہت زیادہ بے چینی محسوس کر رہا

ہوں"۔

"نہیں بتاؤں گا"۔

"لیکن... اب تو میں آپ کا خادم ہوں"۔

"ہاں! لیکن میرا مقابلہ ایسے لوگوں سے... جو کسی وقت بھی کسی موڑ پر بازی پلٹ دیتے ہیں"۔

"اچھا... جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر توبا کی آواز بند ہو گئی... صدر گہری سوچ میں ڈوب گئے... وہ ایک بار پھر توبا کے زیر اثر تھے... نہ جانے توبا کس طرح دوسرے لوگوں کو اپنا غلام بنا لیتا تھا... ذہنی غلام... وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگتے تھے۔

ساتھ ہی وہ سوچنے لگے... کہ آخر توبا ان کا مقابلہ کس طرح کرے گا... یا وہ توبا کا مقابلہ کس طرح کریں گے... یہ مقابلہ کس قسم کا ہو گا... کیا اپنی طرز کا یہ انوکھا ترین مقابلہ نہیں ہو گا... کاش لوگ اس مقابلے کو ٹی وی پر دیکھ سکتے... ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ توبا کی آواز پھر سنائی دی۔

"صدر صاحب! میں نے سوچا ہے... یوں مزا نہیں آئے گا"۔

"کیا مطلب مسٹر توبا... کس طرح مزا نہیں آئے گا"۔

"یہ کہ میں اس جزیرے پر جاؤں... اور ان سب کو ختم کر دوں... اس طرح کیا خاک مزا آئے گا"۔

"تب پھر... آپ نے کیا سوچا ہے"۔ صدر کا دل دھڑکا۔

"اس لڑائی کا نظارہ پوری دنیا کرے گی... ٹی وی پر یہ مقابلہ یکھا جا سکے گا"۔

"اور آپ... آپ یہ کیسے کریں گے"۔

"بہت آسانی سے... یہ جزیرہ ریاست ایاز خان میں ہے نا"۔

"جی... جی ہاں"۔

"ریاست ایاز خان کا حکمران ایاز خان ہی یہ سارے انتظامات رے گا... اس جزیرے پر ٹی وی کیمرے نصب کروائے گا... مقابلے آنکھوں دیکھا حال نشر کرانے کے انتظامات کرے گا"۔

"لیکن کیسے... آخر کیسے... آپ کی طاقت تو وہاں فیل ہو جاتی ے"۔

"اس سوال کا جواب... تین دن بعد آپ ٹی وی سکرین پر دیکھئے ا"۔

اور توبا کی آواز غائب ہو گئی... صدر اب پہلے سے زیادہ گہری چ میں گم ہو چکے تھے... اچانک ان کے منہ سے مارے خوف کے

"نہیں... نہیں... نہیں"۔

○

ایاز خان اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک کمرے میں

ہلکے نیلے رنگ کا دھواں پھیلنے لگا.... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ
گئی.... اس نے فوراً" ملازمین کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبانا چاہا....
لیکن ہاتھ حرکت نہ کر سکے.... اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا.... اٹھ نہ سکا....
اب تو اس کی آنکھوں میں بے حد خوف چھا گیا.... پھر وہ گہری نیند میں
ڈوب گیا.... آنکھ کھلی تو مشینی انداز میں اس نے اپنی ریاست کے ذمے
دار ترین لوگوں کو جلدی جلدی فون کرنا شروع کیا.... وہ فون پر ہدایات
دے رہا تھا.... آفیسر اس کی ہدایات سن سن کر پریشان ہو رہے تھے....
گھبرا رہے تھے.... خوف محسوس کر رہے تھے.... آخر ان سب نے ایک
میٹنگ کی.... ایک آفیسر نے کہا۔

"ایاز خان کے یہ احکامات سمجھ سے باہر ہیں.... آخر ہم جزیرہ
سام پر یہ انتظامات کیوں کریں.... آدم خوروں کے منہ میں کیوں
جائیں"۔

"تب پھر.... کیا کریں؟"

"انکار.... صاف انکار.... اس طرف جانے سے ساری دنیا کے
لوگ انکار ہی کرتے ہیں"۔

"او کے.... میں فون کرتا ہوں"۔ ایک بڑے آفیسر نے کہا.... پھر
ایاز خان کے نمبر ملائے اور کہا۔

"سر.... سب لوگ وہاں جانے اور یہ انتظامات کرنے سے انکار
کر رہے ہیں"۔

"تب کے سب کی شامت آگئی ہے پھر.... آپ لوگ نہیں
نتے.... یہ ہر حال میں کرنا ہو گا"۔

"لیکن ہم میں سے کوئی ایک بھی جانے پر آمادہ نہیں"۔

"او کے.... میں مسٹر نوبا سے بات کرا دیتا ہوں"۔

"جی.... کیا مطلب.... یہ مسٹر نوبا یہاں کہاں سے ٹپک پڑے"۔

"مجھے نہیں معلوم.... کہ میں نوبا کا غلام کب بنا.... کیسے بنا....
نا یاد ہے.... کچھ دیر پہلے میرے کمرے میں نیلے رنگ کا دھواں سا بھر
یا تھا اور میں گہری نیند میں ڈوب گیا تھا"۔

"نیلا دھواں.... گہری نیند"۔ آفیسر بولا۔

"ہاں بالکل"۔

"آپ ضرور نوبا کے وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں.... نوبا کوئی چیز
ں ہے"۔

"پوری دنیا اس سے خوف زدہ ہے.... اور آپ کہہ رہے ہیں....
وئی چیز نہیں ہے"۔

"ہاں اور کیا.... کیا وہ آپ کے دوستوں سے خوف زدہ نہیں ہو
"۔

"اس وقت وہ انہی سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے....
ے دوست جزیرہ سام پر ہی ہیں"۔

"کیا"۔ وہ چلائے۔

"ہاں… اب جو کرنا ہے… سوچ سمجھ کر کرنا ہے… کہیں توبا تم لوگوں کے لیے موت نہ بن جائے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"تب پھر جلد از جلد یہ تمام انتظامات مکمل کر لو"۔

"اور وہ آدم خور؟"

"وہ آدم خور… میرا خیال ہے… توبا خود ان کا انتظام کر لے گا"۔

"نہیں سر… ہم آدم خوروں کے ہوتے ہوئے وہاں نہیں جائیں گے… ارے ارے… یہ… یہ کیا"۔

"کیا ہوا؟" ایاز خان نے چونک کر پوچھا۔

"نن… نیلا دھواں"۔

"کیا… نیلا دھواں… آپ لوگوں کے کمرے میں داخل ہو رہا ہے"۔ ایاز خان نے چیخ کر کہا۔

"ہاں… آ… ہاں"۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

اس کے بعد خاموشی چھا گئی… ایاز خان ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا… اب اس کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا… دو گھنٹوں بعد اس کے آفیسرز کا فون اسے ملا۔

"سر! ہم سام جزیرے پر جا رہے ہیں… وہاں ٹی وی کیمرے نصب کرنا ہیں… وہاں ہونے والی لڑائی کو پوری دنیا کو دکھانا ہے"۔

"دو گھنٹے پہلے تو آپ کہہ رہے تھے وہاں کسی قیمت پر نہیں جائیں گے"۔ ایاز خان ہنسا۔

"ہاں! پتا نہیں اس نیلے دھوئیں میں کیا بات ہے… اب وہاں جانے کو بے اختیار جی چاہتا ہے"۔

"ٹھیک ہے… ضرور جاؤ… میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ایسا کرو"۔

"ہاں! آپ نے کہا تھا… لیکن اس وقت ہم لوگ ذہنی طور پر بالکل تیار نہیں تھے… جب کہ اب وہاں جانے کے لیے بری طرح بے چین ہیں"۔

"بہت خوب!" ایاز خان نے ہنس کر کہا… اور فون بند کر دیا۔

اب اس نے انسپکٹر جمشید کے موبائل نمبر ڈائل کیے۔

"کچھ سنا آپ نے"۔

"کیا بات ہے ایاز خان صاحب؟" وہ بولے۔

"جزیرہ سام… پر ٹی وی کیمرے نصب کیے جانے والے ہیں"۔

"کیا مطلب… ایسا کون کرے گا؟"

"توبا"۔ وہ بولا۔

"کیا کہا… توبا ایسا کرے گا… دماغ تو نہیں چل گیا مسٹر ایاز خان آپ کا؟"

"نہیں… دماغ نہیں چلا"۔ وہ ہنسا۔

"تب پھر"۔

"نوبا نے معلوم کر لیا ہے کہ آپ لوگوں نے جزیرہ سام کو اپنا اڈاہ بنایا ہے.... لہٰذا وہ جزیرے پر آ رہا ہے.... وہ یہاں آپ سے مقابلہ کرے گا.... وہ چاہتا ہے.... کہ اس مقابلے کو پوری دنیا دیکھے.... تاکہ نوبا کی دھاک سب کے ذہنوں پر بیٹھ جائے.... اور کوئی چوں بھی نہ کر سکے"۔

"اوہ.... اوہ.... لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ہم تو اس وقت پانی کے درمیان ہیں.... اس نے یہ کیسے جان لیا کہ ہم کہاں ہیں"۔

"یہ میں نہیں جانتا"۔

"اوکے.... آپ پریشان نہ ہوں.... ہم دیکھ لیں گے"۔

"شکریہ"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

ادھر انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ساکت بیٹھے تھے۔

"یہ کیا ہو گیا.... ہم تو سوچ رہے تھے کہ جزیرہ سام کے بارے میں وہ کچھ معلوم نہیں کر سکے گا"۔

"تب پھر آپ ہمیں اجازت دیں.... ہم اس سے مقابلے کی تیاری کر لیں"۔

"پہلے ہم اپنے میزبانوں سے بات کریں گے"۔

اب وہ آدم خوروں کے پاس آئے.... ان سب کو جزیرے کے درمیان میدان میں جمع کیا.... بیرونی دنیا کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ

اب وہ آدم خور نہیں رہے تھے.... آدم خوری سے تو انہوں نے کب کی توبہ کر لی تھی.... اور ان کے ہاتھوں پر وہ مسلمان ہو گئے تھے.... پھر ان سے ہی انہوں نے اسلام کی تعلیم حاصل کی تھی.... تاہم ان کے کہنے پر بیرونی دنیا کو اس سے بے خبر رکھا گیا تھا.... اور انسپکٹر جمشید وغیرہ نے بے خبر اسی لیے رکھا تھا کہ وہ جزیرہ ضرورت پڑنے پر ان کے کام بھی آ جایا کرے"۔

"ہم نے یہاں آ کر غلطی کی ہے.... ہماری وجہ سے سب لوگ مشکل میں پھنس جائیں گے.... لہٰذا ہم اجازت چاہتے ہیں"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" ان کے سردار نے چونک کر کہا۔

اب انہوں نے ساری بات انہیں بتائی.... نوبا کے بارے میں بھی بتایا.... اس کا جو پروگرام تھا.... اس کے بارے میں بھی بتایا۔

"اس طرح تو پھر آپ کے جانے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا.... ہمیں تو یہ مقابلہ کرنا ہی ہو گا"۔ سردار نے کہا۔

"نہیں.... ہم آپ لوگوں کو بھی یہ مشورہ دیں گے کہ آپ بھی فوراً یہاں سے نکل جائیں"۔

"ایسا نہیں ہو گا.... ہمیں تو اب یہیں رہنا ہے.... یہیں جینا ہے، یہیں مریں گے"۔

"تب پھر ہم بھی یہیں رہیں گے اور نوبا سے مقابلہ کریں گے"۔

"اور ہم بھی آپ کا اس لڑائی میں ساتھ دیں گے"۔

"خان رحمان.... تم نے سنا.... اب کیا کہتے ہو؟"

"ہمیں تیاری کرنا ہو گی.... لڑائی کی تیاری"۔

خان رحمان بولے اور اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

○☆○

فیصلہ واپس لو

انہیں اس طرح اچھلتے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"کک.... کیا ہوا خان رحمان؟"

"میں نے ساحل کی طرف کچھ آوازیں سنی ہیں"۔ وہ فوراً بولے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں! اس میں حیرت کی کیا بات ہے، اگر میں نے کچھ آوازیں سنی ہیں"۔

"آوازیں ہم نے کیوں نہیں سنیں.... بلکہ سب سے پہلے تو وہ آوازیں فرزانہ کے کانوں میں آنا چاہئیں تھی"۔

"بات معقول ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"وہ آواز دراصل فوجیوں کی ہیں.... لہٰذا فوجی آوازیں میں ہی سب سے پہلے سن سکتا تھا"۔

"اوہ اچھا خیر.... آؤ دیکھتے ہیں"۔

وہ درختوں کی اوٹ لیتے جزیرے کے ساحل پر آئے.... انہوں

نے دیکھا... وہاں کئی بڑی لانچیں لنگر انداز تھیں.... اور ان لانچوں سے سامان اتارا جا رہا تھا۔

"یہ تو ریاست کے لوگ ہیں.... اور شاید ٹی وی کیمرے نصب کرنے کے لیے آئے ہیں"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔

"کیا ہم انہیں ایسا کرنے دیں جمشید؟"

"ہاں! بالکل.... یہ تو ہمارے دوست کے ساتھی ہیں اور حکم کی تعمیل کرنے کے لیے آئے ہیں.... ان سے بھلا ہمیں کیا دشمنی ہو سکتی ہے.... انہیں تو اپنا کام کرنا ہے... اور بس"۔

"آخر نویا یہ مقابلہ پوری دنیا کو کیوں دکھانا چاہتے ہے"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"تاکہ پوری دنیا کو اس کے بارے میں معلوم ہو جائے"۔ فرحت فوراً بولی۔

"اور وہ پوری دنیا کا ہوا بن جائے"۔ فرزانہ نے بھی جملہ کسا۔

"اور پانی کی طاقت کے آگے اب وہ بے بس کیوں نہیں ہے؟"

"ہمارے لیے سب سے پریشان کن بات یہی ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اگر آپ کے لیے بھی یہ بات اس قدر پریشان کن ہے تو پھر ہمارے لیے یہ بات کیا کچھ نہیں ہو گی"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا اور

سب لوگ مسکرانے لگے۔

اتنے میں ریاست کے کچھ ذمے دار آفیسرز ان کے نزدیک آ گئے۔

"ہم مجبور ہیں"۔ ایک بولا۔

"کس سلسلے میں؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"یہاں کیمرے نصب کرنے کے سلسلے میں"۔

"تو شوق سے کریں.... روکا کس نے ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اوہ... اس کا مطلب ہے.... آپ کو کوئی اعتراض نہیں"۔

"بالکل نہیں.... اعتراض کیسا؟"

"آپ نہیں جانتے شاید... اس صورت میں یہ مقابلہ پوری دنیا دیکھے گی"۔

"یہ تو اور اچھا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہوں.... اچھا خیر... ہمیں تو اپنا کام کرنا ہے.... کیونکہ اس کے فوراً بعد مسٹر نویا یہاں تشریف لے آئیں گے"۔

"تب پھر ہم بھی مقابلے کی تیاری کر لیں... آؤ بھی چلیں"۔

وہ جزیرے کے درمیان میں آ گئے.... ان کے ساتھی اور سابقہ آدم خور جو آوازیں سن کر چھپ گئے تھے' انہیں دیکھ کر سامنے آ گئے۔

"یہ سب کیا ہے ماسٹر صاحب"۔ ان کے سردار نے انسپکٹر جمشید

کی طرف دیکھا... جب سے وہ مسلمان ہوئے تھے اور انسپکٹر جمشید نے
انھیں اسلامی تعلیم دینا شروع کی تھی... اس وقت سے وہ انھیں ماسٹر
صاحب کہنے لگے تھے... انسپکٹر جمشید ان کے یہ کہنے پر ہنس دیا کرتے
تھے۔

"میں آپ کو تفصیلات سناتا ہوں... اور آپ سے ایک بار پھر
درخواست کرتا ہوں کہ جزیرے کو خالی کر دیں... جہاں جانا چاہیں چلے
جائیں... اس شخص سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں ہو گا... ہو سکتا
ہے... ہم سب کے سب مارے جائیں"۔

"تو کیا ہوا... مرنا تو آخر ایک دن ہے... آپ کے ساتھ
دشمنوں سے لڑتے ہوئے مارے جائیں گے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے"۔

"اوہو... آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں... وہ شخص انسان
کم ہے... اور کوئی اور چیز زیادہ ہے... کئی بار تو ہم نے سوچا ہے... وہ
انسان ہے ہی نہیں... کبھی سوچا ہے... وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق
ہے... یا پھر وہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے... یا شیطان... بڑے بڑے
شیطان اس کے قبضے میں ہیں... یا پھر وہ بڑے بڑے شیطانوں کے قبضے
میں ہے... اور وہ شیطان اس سے کام لے رہے ہیں... دنیا میں بگاڑ
پیدا کرنے کا کام... اس نے بڑے بڑے ملکوں کے بڑے بڑے سورماؤں
کو بہت آسانی سے موت کی نیند سلا دیا ہے... ورنہ پہلے ہر ملک اس کو
حاصل کرنا چاہتا تھا... اب ہر ملک اس سے خوف کھا رہا ہے... اس

سے ڈر رہا ہے... بلکہ اس کے زیر اثر آ رہے ہیں... لوگ... بلکہ
ملک کے ملک... اور وہ پوری دنیا پر چھاتا جا رہا ہے... پوری دنیا پر اس
کی حکمرانی قائم ہوتی جا رہی ہے... ایسے شخص سے ہم کس طرح مقابلہ
کریں گے... ہم نہیں جانتے... پہلے امید کی ایک کرن نظر آئی تھی...
یہ کہ وہ پانی سے ڈرتا ہے... یا پانی میں سے اس کی شیطانی طاقت نہیں
گزرتی... لیکن... اب... ایسا لگتا ہے کہ ہم نے غلط اندازہ لگایا تھا"۔

"ایسی بات نہیں ہے"۔

"تب پھر انکل... وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ کیوں نکلا تھا؟"
آصف نے برا سا منہ بنایا۔

انسپکٹر کامران مرزا اس کا سوال سن کر مسکرائے۔

"ایسا لگتا ہے کہ وہ ہم سے کھیل رہا تھا اور ہم پر ہنس رہا تھا...
نہ... ہم اب تک انہی لباسوں میں ہیں... اگر یہ لباس ہمارے لیے
ید ہوئے... مددگار ہوئے تب وہ ہمارے نزدیک نہیں آ سکے گا...
ونہ ان لباسوں کا پول کھل جائے گا"۔

"اور... اور اس وقت انکل... ہم کیا کریں گے... کیسے اس کا
بلہ کریں گے؟"

"یہی ہمیں دیکھنا ہے... سوچنا ہے... اور پوری دنیا کو دکھانا
ہے"۔

"ہک... کیا... کیا دکھائیں گے آپ پوری دنیا کو"۔

"یہ کہ حکومت صرف اللہ کی ہے.... پوری کائنات کا اگر کوئی حکمران ہو سکتا ہے.... تو ایک اللہ.... دنیا میں حکمرانی اس قدر بڑی نہیں ہو سکتی.... کہ انسان خود کو خدا سمجھنے لگے.... جیسا کہ فرعون خیال کرنے لگا تھا.... یا پھر سکندر پوری دنیا فتح کرنے چلا تھا.... لیکن راستے میں ہی مر گیا.... دنیا کو فتح نہ کر سکا.... دنیا نے اسے فتح کر لیا.... لہٰذا ہم تو دنیا کو بتانا چاہتے ہیں.... بادشاہی صرف اللہ کی ہے.... اور بس"۔

"سوال تو پھر وہیں کا وہیں رہا.... ہم اسے بتائیں گے کیسے؟"

"میں خان رحمان کو اس مہم کا انچارج بنا رہا ہوں.... جو یہ کہیں گے.... جس بات کا یہ حکم دیں گے.... ہم تو بس وہ کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے یک دم کہا.... خان رحمان زور سے اچھلے۔

"کک.... کیا.... کیا کہا"۔

ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا ہوا خان رحمان.... ڈر گئے.... گھبرا گئے؟" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"نہیں.... اس میں ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں.... لیکن جمشید.... اس مہم کا انچارج میں ہرگز نہیں ہو سکتا.... اس مہم کے انچارج ہو سکتے ہیں پروفیسر داؤد.... پروفیسر عقلان.... یا پھر خود تم.... کیونکہ یہاں مقابلہ عام فوجی مقابلہ نہیں ہو گا.... یہ تو شاید دنیا کی عجیب ترین جنگ ہو گی.... لہٰذا تم اپنا فیصلہ واپس لو.... ہاں واپس لو"۔

"آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے پروفیسر صاحبان؟" وہ ان کی طرف مڑے۔

"بات خان رحمان کی معقول ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"تب پھر اس مہم کا انچارج میں آپ کو بناتا ہوں"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"اب آپ کو کیا ہوا؟"

"جمشید .... میری ایک درخواست ہے.... یہ کہ اس مہم کے انچارج تم خود رہو.... تم جو کہو گے.... ہم کریں گے"۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں"۔ پروفیسر عقلان بول اٹھے۔

"بلکہ ہم سب یہی کہتے ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"حد ہو گئی.... اچھا میں اس کا انچارج منور علی خان کو بناتا ہوں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"کیا بات کرتے ہیں.... میں اس وقت جنگل میں نہیں.... ایک جزیرے پر ہوں.... لہٰذا یہاں کوئی خاص کام نہیں دکھا سکوں گا.... ہاں لڑ سکوں گا.... اور جو مجھے حکم دیا جائے گا.... اس پر عمل کروں گا.... انچارج ونچارج میں نہیں بن سکتا"۔

"اوکے.... تب پھر مجبوری ہے.... میں ہی یہ ذمے داری قبول کرتا ہوں.... اور میرے ساتھ دوسرے انچارج ہوں گے انسپکٹر کامران مرزا"۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ ایک وقت میں ایک ہی انچارج ہوتا ہے۔۔۔ دو نہیں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ اچھا خیر۔۔۔ آپ میرے مشیر ہوں گے۔۔۔ مشورہ تو دے دیں گے نا"۔

"ضرور۔۔۔ کیوں نہیں"۔ وہ ہنسے۔

ادھر کیمرے نصب ہو رہے تھے۔۔۔ ادھر وہ اپنے مشورے کر رہے تھے۔۔۔ آخر تین دن گزر گئے۔۔۔ کیمرے نصب ہونے کا کام کب کا مکمل ہو چکا تھا۔۔۔ دنیا بھر کے اخبارات میں اس مقابلے کے اشتہارات توبا کی طرف سے شائع کرائے جا رہے تھے۔۔۔ اور آخر تین دن بعد مقابلے کی گھڑی آ پہنچی۔۔۔ انہوں نے جزیرے کی فضا میں توبا کی آواز سنی۔

"میں آ رہا ہوں"۔

"ہم آپ کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

"یہ جان کر خوشی ہوئی"۔

"مقابلہ کر کے اور خوشی ہو گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ جان کر اور خوشی ہوئی کہ کوئی تو ہے۔۔۔ جس نے میرے مقابلے پر آنے کی جرات کی۔۔۔ ورنہ انشارجہ اور بیگال جیسے بھیگی بلی بن کر رہ گئے ہیں"۔

"آپ کی حسرت اس جزیرے پر نکال دی جائے گی"۔

"تب میں خود کو سب کے سامنے ظاہر کرتا ہوں۔۔۔ اب یہ مقابلہ غائبانہ نہیں ہو گا۔۔۔ کیونکہ پوری دنیا کے لوگ ٹی وی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔۔۔ اس مقابلے کے بعد میری اس دنیا پر حکومت پکی ہو جائے گی"۔

ان الفاظ کے فوراً بعد انہیں توبا اپنے سامنے کھڑا نظر آیا۔۔۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہ۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔ یہ تو بالکل پرانے زمانے کی جادوئی کہانیوں والی بات ہو گئی۔۔۔ کہ ادھر پلک جھپکو۔۔۔ ادھر جن حاضر ہو گیا۔۔۔ ادھر پلک جھپکی۔۔۔ ادھر جادوگر فلاں محل میں پہنچ گیا۔۔۔ اور شہزادی کو اٹھا لے آیا۔۔۔ ابھی آپ کی صرف آواز یہاں سنائی دے رہی تھی۔۔۔ اب آپ خود ہمارے سامنے ہیں۔۔۔ کیا آپ جادوگر ہیں"۔

"نہیں۔۔۔ میں جادوگر نہیں ہوں"۔ اس نے کہا۔

"کیا آپ کوئی شیطان ہیں"۔ انسپکٹر جمشید روانی کے عالم میں بولے۔

"نہیں۔۔۔ میں شیطان بھی نہیں ہوں"۔ وہ ہنسا۔

"تو کیا آپ کوئی جن ہیں؟"

"نہیں۔۔۔ میں جن ون نہیں ہوں"۔

"تب پھر یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔ آپ جادوگر نہیں ہیں۔۔۔ شیطان

یا جن نہیں ہیں.... تو آپ اچانک ہمیں کس طرح نظر آ گئے.... جب کہ تھوڑی دیر پہلے نظر نہیں آ رہے تھے.... اور کسی نے آپ کو آتے دیکھا بھی نہیں ہے.... ہم ایک جزیرے پر ہیں.... آپ لوگ کسی ذریعے سے جزیرے پر آتے تو سب آپ کو آتے ہوئے دیکھتے.... لیکن ایسا نہیں ہوا.... آخر کیوں"۔

"میں یہاں آپ کو یہ بتانے نہیں آیا کہ میں کیا ہوں.... یا میرے پاس کیا طاقت ہے.... میں تو آپ سب کو ملیا میٹ کرنے آیا ہوں.... آپ بس مقابلہ کریں.... کیونکہ پوری دنیا کی نظریں ہم پر جمی ہیں"۔

"اوکے.... آپ کس طرح مقابلہ کرنا پسند کریں گے؟"

"یہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں.... جس طرح بھی مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں کر لیں.... اگر آپ یہ کہیں گے کہ میں ہاتھ پیر بالکل نہیں چلاؤں گا.... اور آپ لوگوں کو وار پر وار کرنے کی اجازت دوں گا.... تو مجھے یہ بھی منظور ہے.... میں نہ ہاتھ ہلاؤں گا.... نہ پیر.... آپ سب مل کر مجھ پر جس طرح چاہیں وار کریں.... تلوار لے کر وار کریں.... توپ لے کر وار کریں.... پستول کے وار کریں.... چاقو یا خنجر کے وار کریں.... میں کچھ نہیں کروں گا"۔

"پکی بات"۔ فرزانہ بولی۔

"ہاں.... بالکل پکی بات"۔

"آپ کا یہ اعلان پوری دنیا سن رہی ہے.... آپ پھر نہ جائیے گا ں اعلان ہے"۔

"ہرگز نہیں پھروں گا"۔

"بہت خوب.... اباجان اب جنگ کا آغاز ہو جانا چاہیے.... ں دوسروں کے وقت کا بھی احساس کرنا ہے.... اور اپنے وقت کا .... ہمیں ابھی اور نہ جانے کتنے کیس حل کرنا ہیں"۔

"اوہ ہاں واقعی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ لڑکی پاگل لگتی ہے"۔ نوبا ہنسا۔

"ہم.... سب پاگل ہیں"۔ آصف بول اٹھا۔

"ہم نے آپ سے ایک بات نہیں پوچھی مسٹر نوبا.... ایسے میں ا بول پڑا۔

"اور وہ کیا؟"

"ہم آپ کی لاش کا کیا کریں.... آپ اس بارے میں اپنی ش بتا دیں"۔

"کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی؟" نوبا چلایا۔

"جب آپ اس مقابلے میں مارے جائیں گے.... تو ہم لاش کا ریں.... اس کو سمندر میں ڈبو دیں.... یا اس جزیرے پر دفن کر .... یا فرعون مصر کی طرح ممی بنا کر محفوظ کر چھوڑیں"۔

"یہ کیا فضول باتیں شروع کر دیں.... اس لڑکے نے انسپکٹر

جمشید"۔

"شوکی.... بری بات ہے"۔

"جی نہیں ہے"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے اور اسے بری طرح گھورا بھی کیونکہ پوری دنیا کی نظریں ان پر جمی تھیں۔

"یہ بات بری نہیں ہے.... کیا مرنے والے کی آخری خواہش نہیں پوچھی جاتی؟" شوکی نے سرد آواز میں کہا۔

اس کے لہجے پر سب ساکت رہ گئے.... سٹ پٹا سے گئے.... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے.... شوکی اس لہجے میں بھی بات کر سکتا ہے.... پھر جیسے ان سب کو ہوش آ گیا.... انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"مسٹر شوکی نے بالکل ٹھیک کہا.... آپ اپنی لاش کے بارے میں وصیت کر جائیں.... ہم آپ کی خواہش کا احترام کریں گے"۔

"لیکن بھئی.... یہ لاشیں تو یہاں آپ سب کی گری پڑی نظر آئیں گی.... لہٰذا یہ بات آپ مجھے بتائیں"۔

"او کے.... ہمیں آپ یہیں دفن کروا دیجئے گا.... کہیں لے جانے کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت خوب! اب باتیں بہت ہو گئیں.... کام شروع کریں.... میں آپ سب کے سامنے موجود ہوں"۔

"ماسٹر صاحب.... آپ لوگ ایک طرف ہٹ جائیں.... پہلے ہم

ں سے لڑیں گے.... ہمارے زہر میں بجھے تیر اس کے جسم کو چھلنی کر یں گے.... اور یہ اٹھ نہیں سکے گا"۔

"اچھا.... پہلے تم اپنی خواہش پوری کر لو"۔

"یہ کہ کر وہ ایک طرف ہو گئے.... بلکہ درختوں کی اوٹ میں لے گئے.... جزیرے کے لوگ پہلے ہی درختوں کی اوٹ میں تھے.... لہٰذا ب میدان میں صرف نوبا نظر آ رہا تھا.... اچانک چاروں طرف سے ں پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی.... بے تحاشا تیر ادھر سے ادھر ر اس کے جسم میں داخل ہوئے.... اور دوسری طرف سے نکل گئے۔

دیکھنے والوں نے صاف دیکھا.... تیر اس کے جسم میں داخل ے اور دوسری طرف سے باہر نکل رہے تھے.... یہاں تک کہ ان ی تیر ختم ہو گئے.... اور نوبا جوں کا توں کھڑا نظر آیا.... اب تو وہ چلا ے۔

"نہیں.... نہیں.... یہ انسان نہیں ہے"۔

"ہاہاہا"۔ نوبا کا قہقہہ گونجا.... پھر وہ یک دم رک گیا اور بولا۔

"انسپکٹر جمشید.... نزدیک آ کر مجھے چھو کر دیکھیں.... کیا میں ت پوست کا انسان نہیں ہوں.... ہاں ہاں.... آئیں.... دیکھیں"۔

انسپکٹر جمشید درخت کی اوٹ سے نکل کر اس کی طرف بڑھتے ئے۔

○☆○

یہ انسان نہیں

میدان میں ہر طرف تیر ہی تیر بکھرے پڑے تھے.... ان پر چلتے ہوئے انسپکٹر جمشید اس کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔

"یہ لیں.... مجھ سے ہاتھ ملا کر دیکھیں.... کیا میں انسان نہیں ہوں؟"

انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا.... وہ ہاتھ ایک جیتے جاگتے انسان کا تھا.... انہوں نے اس کو دبا کر، ہلا کر، جھٹک کر دیکھا.... جب انہوں نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا.... تو اس کا پورا جسم ہل کر رہ گیا.... انہوں نے تجربے کے لیے ایک اور جھٹکا دیا.... وہ پھر ہلا۔

"اس میں شک نہیں کہ تم انسان ہی ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"تب پھر تیر مسٹر نوبا کو کیوں نہیں لگے؟" فاروق بولا۔

"یہ تو خیر ایسی کوئی خاص بات نہیں.... ایسی لہریں تو میں تمہارے جسم کے گرد قائم کر سکتا ہوں.... جو تمہیں تیروں، تلواروں اور نیزوں اور بھالوں سے بچا لیں"۔

"اوہ ہاں.... اس قسم کی مثالیں سامنے آ چکی ہیں.... لہٰذا یہ کوئی
ی بات نہیں"۔

"تب پھر اب میں خاص چیز دکھاؤں گا"۔ نوبا ہنسا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تم لوگ کیا کرو گے.... ایک وار تو خالی
ے۔

"میں نیزے کے وار کروں گا"۔ منور علی خان بول اٹھے۔

"انسپکٹر جمشید.... اپنے اس شکاری ساتھی کو بھی حسرت پوری
ے دیں"۔

"منور علی خان آگے آ جاؤ"۔

منور علی خان ایک نیزے کو ہاتھ میں تولتے ہوئے آگے بڑھے
سپکٹر جمشید واپس اپنی جگہ پر چلے گئے.... پھر جونہی وہ اس کے
ب پہنچے، انہوں نے نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دیا.... نیزہ سیدھا
کے سینے میں داخل ہوا اور کمر کی طرف سے اس کی نوک نکلتی نظر
... لیکن نوبا جوں کا توں کھڑا رہا.... ادھر منور علی خان نے خوف زدہ
ز میں کہا۔

"نہیں.... نہیں.... یہ انسان نہیں ہے"۔

"ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ الٹے قدموں اپنی جگہ پہنچ گئے....
س کے جسم میں ہی رہ گیا.... اس کو خود نوبا نے نکال کر پھینک

دیا... انہوں نے دیکھا... نیزے پر کوئی خون نہیں تھا۔

"یہ... یہ کیا جمشید؟" خان رحمان کانپ گئے۔

"بھئی سمجھا کرو... یہ شخص ہپناٹزم کا بہت بڑا ماہر بھی ہے... نیزہ اس کے جسم میں داخل ہوا ہی نہیں... اگرچہ سب کو یہی نظر آیا ہے"۔

"اوہ... اوہ"۔ سب کے منہ سے نکلا۔

"ہاہاہا"۔ توبا نے قہقہہ لگایا۔

"یہ ہنسی کیسی؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا کہا... میں ہپناٹزم کا ماہر ہوں"۔

"ہاں! اور کیا؟"

"کیا ایک ہپناٹزم کا ماہر دوسرے ہپناٹزم کے ماہر کی آنکھوں میں دیکھ کر یہ اندازہ لگا سکتا ہے... کہ وہ کتنا بڑا ماہر ہے... ماہر ہے یا نہیں... اور ہپناٹزم کا ایک ماہر کسی ایسے آدمی کی آنکھوں میں دیکھ کر جو ہپناٹزم نہیں جانتا' اندازہ لگا لیتا ہے کہ اسے ہپناٹزم نہیں آتا"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور آپ بھی ہپناٹزم کے ماہر ہیں"۔

"ہاں"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر آپ نزدیک آ کر میری آنکھوں میں دیکھ لیں... میں ہپناٹزم کا ماہر ہوں یا نہیں... اگر ہوں تو کتنا بڑا"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کہا اور اس کے نزدیک چلے گئے... انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں... پھر فوراً ہی پیچھے ہٹ آئے... خاموش خاموش سے۔

"کیا ہوا انکل؟" رفعت نے بے چینی کے عالم میں پوچھا۔

"یہ شخص ہپناٹزم کا ماہر نہیں ہے"۔

"کیا!!!" وہ سب چلا اٹھے۔

"ہاں! بات یہی ہے"۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے... اگر یہ صاحب ہپناٹزم کے ماہر نہیں ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے... ہم سب نے نیزہ اس کے جسم میں داخل ہوتے خود دیکھا ہے... اس صورت میں تو اس کے جسم سے خون نکلنا چاہیے"۔

"اوہ ہاں... واقعی؟" وہ بولے۔

"اور خون نہیں نکلا... تو پھر"۔

"کچھ اندازہ نہیں ہو رہا... خیر... ہم مقابلہ تو کریں گے... روق اب تم آگے بڑھو... مقابلہ کرو... ہم دیکھنا چاہتے ہیں... تم کس طرح مقابلہ کرتے ہو مسٹر توباکا"۔

"ہم... میں... میں... یعنی کہ آپ کا مطلب ہے... میں"۔ روق بری طرح ہکلایا۔

"ہاں بھئی تم... اور کیا کہا میں نے... آگے بڑھو اور مقابلہ

کرو.... کیا منور علی خان نے مقابلہ نہیں کیا؟"

"جی.... جی ہاں.... انہوں نے نیزے کا وار کیا ہے"۔

"تم بھی وار کرو.... کس چیز سے وار کرتے ہو.... یہ تمہاری اپنی سمجھ کی بات ہے"۔

"جی.... جی اچھا.... آپ کی مرضی"۔ فاروق نے لرز کر کہا۔

"یہ تم نے کیا کہا.... آپ کی مرضی"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"جج.... جی بس.... یہی کہا ہے' آپ کی مرضی"۔

"لیکن یہ کہنے سے مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"یہ کہ آپ کی مرضی"۔ فاروق نے گڑبڑا کر کہا۔

اور وہ سب ہنسنے لگے۔

"واہ!" نوبا کے منہ سے نکلا۔

"چلو ایک عدد واہ تو ملی"۔ آفتاب خوش ہو کر بولا۔

"لیکن یہ واہ مسٹر نوبا کے منہ سے نکلی کس خوشی میں ہے"۔ فرحت نے کہا۔

"یہ تو مسٹر نوبا ہی بتا سکتے ہیں"۔

"اس لیے نکلی.... کہ ان حالات میں جب کہ موت تم لوگوں کے سر پر منڈلا رہی ہے.... تم ہنس سکتے ہو"۔

"اوہ! یہ تو کوئی خاص بات نہیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ہم باتوں میں الجھ گئے.... مقابلے کا وقت نکلا جا رہا ہے"۔

پروفیسر داؤد بولے۔

"جی.... کیا کہا.... وقت نکلا جا رہا ہے.... نن نہیں تو.... یہاں تو کوئی وقت سرے سے ملے ہی نہیں ہے"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہو.... پھر بھی آخر ہمیں مقابلہ تو کرنا ہے"۔

"ہاں! وہ تو کرنا ہے اور کریں گے.... مسٹر نوبا بھی کیا یاد کریں گے"۔

"فکر نہ کرو.... تم لوگوں کی موت کے بعد میں اکثر تمہارا ذکر کیا کروں گا"۔ نوبا ہنسا۔

"لیکن مسٹر نوبا.... یہ کام آپ ہماری زندگی میں کیوں نہیں کر لیتے"۔ محمود منمنایا۔

اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگے.... نوبا بھی ہنس دیا.... پھر فاروق ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھتا نظر آیا' ایسے میں وہ بولا۔

"ہوشیار مسٹر نوبا.... میں آ رہا ہوں"۔

"آ جاؤ.... مجھے ہوشیار ہونے کی ضرورت نہیں.... آنکھیں بند کر کے بھی یہ مقابلہ کر سکتا ہوں"۔

"ارے باپ رے.... ایسا دشمن تو آج سے پہلے دیکھا نہ سنا"۔ فاروق بولا۔

"تو آج دیکھ بھی لو اور سن بھی لو"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"مسٹر نوبا.... آپ بتا کیوں نہیں دیتے.... آخر آپ ہیں کیا

شے؟"

"ایک عجیب و غریب چیز.... جسے آپ لوگ کچھ سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئے اب تک' جب کہ ایک دنیا مجھے سمجھ رہی ہے"۔

"پاگل پاگل پاگل دنیا"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"لیکن سب سے بڑے پاگل تم ہو.... آخر مجھ سے ٹکرا کر پاش پاش ہونے میں تمہیں کیا فائدہ نظر آتا ہے"۔

"برائی کو ختم کرنا ہمارا کام ہے.... نہ کر سکیں گے.... تو خود ختم ہو جائیں گے.... برائی میں جینے سے یہ کہیں بہتر ہے"۔

"تو میں ایک برائی ہوں"۔

"ہاں مسٹر نوبا.... آپ ایک برائی ہیں.... دوسروں کی آزادی سلب کر لینا چاہتے ہیں.... دوسروں کو اپنا غلام بنانے پر تلے ہیں.... جب کہ اس دنیا میں سب کو آزادانہ زندگی گزارنے کا حق ہے.... آخر لوگ یہ حق کیوں چھین لینا چاہتے ہیں"۔

"مجھے دوسروں سے کیا لینا.... میں تو بس اپنی بات کر سکتا ہوں اور میری اپنی بات صرف یہ ہے کہ اس سارے معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں"۔

"کیا مطلب.... یہ کیا بات ہوئی.... اس سارے معاملے میں آپ کا کوئی قصور نہیں"۔

"ہاں! میرا کوئی قصور نہیں"۔

"آخر کیسے؟"

"آپ کی دنیا نے مجھے یہی خیالات عطا کیے ہیں"۔

"ہم سمجھے نہیں.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر نوبا"۔

"میں اس بات کی مزید وضاحت نہیں کر سکتا"۔

"خیر میں سمجھ گیا.... آپ پروفیسر شیبان کے بیٹے ہیں.... پروفیسر شیبان کو اس دنیا نے دکھ دیا.... ان کی حق تلفی کی.... جس کی وجہ سے وہ دنیا اور دنیا کے لوگوں سے بھرپور نفرت کرنے لگے.... اور انہوں نے یہ ساری نفرت آپ کے اندر بھر دی.... میں غلط تو نہیں کہہ رہا"۔

"ایک حد تک"۔

"ایک حد تک.... کیا مطلب.... مکمل طور پر کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ.... بھئی.... سوریا.... آ جاؤ تم بھی ذرا"۔ اس نے ...ہ جانے کے آواز دی۔

"او کے مسٹر نوبا.... میں آ رہا ہوں"۔

اور پھر انہیں ساحل کی طرف ایک اسی کی عمر کا نوجوان آتا نظر آیا۔

"وہ حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتے رہے.... جونہی وہ نزدیک آیا.... وہ حیرت زدہ رہ گئے.... وہ نوجوان تو وہی تھا جسے وہ نوبا کے ساتھ ...ٹ میں دیکھتے رہے تھے۔

"ارے.... یہ تو وہ ہے.... مسٹر نوبا آپ کا ملازم"۔

"آپ اسے میرا ملازم خیال کرتے رہے.... کنگ بھی اسے میرا ملازم خیال کرتا رہا اور میں نے اس وقت بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی.... لیکن آج بتا رہا ہوں کہ...."

"کہ یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے"۔ فرزانہ بول اٹھی۔

"ہاں! درست اندازہ لگایا"۔ وہ مسکرایا۔

"اگر یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے.... تو پھر آپ کون ہیں؟"

"پروفیسر شیبان کا.... خیر جانے دیں.... اور لڑائی لڑیں"۔

"آپ پھر بتاتے بتاتے رک گئے"۔ انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"بس میں بتانا نہیں چاہتا"۔

"آخر یہ راز کیا ہے؟"

"یہ راز راز ہی رہنے کے قابل ہے"۔

"چلو فاروق.... لڑ کر دکھاؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لل.... لیکن کیسے.... کس چیز سے؟" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

توبا کے منہ سے قہقہہ نکل گیا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"کیا مطلب.... یہ پوچھنے کی بات ہی نہیں ہے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"بالکل نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ فاروق نے کہا اور توبا کی طرف بڑھا۔

"کیا اچھی بات ہے"۔ رفعت نے فوراً کہا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"حد ہو گئی"۔ رفعت بھنا اٹھی۔

"میں آ رہا ہوں مسٹر توبا.... تیار ہیں آپ؟"

"اور نہیں تو کیا"۔

"لیجیے پھر"۔ یہ کہہ کر فاروق بے تحاشا توبا کی طرف دوڑا.... لیکن پھر اچانک اس نے اپنا رخ سوریا کی طرف کر دیا.... سوریا اس سے پہلے بے فکر کھڑا تھا.... فاروق کا رخ اچانک اپنی طرف ہوتے دیکھ کر وہ بوکھلا گیا' لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا.... فاروق اس سے پوری قوت سے ٹکرایا.... اور اس رخ سے ٹکرایا کہ سوریا اچھل کر توبا سے جا ٹکرایا۔

سوریا کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی.... توبا سے ٹکرا کر وہ بہت اونچا اچھلا اور زمین پر گر کر بری طرح تڑپنے لگا.... جب کہ توبا اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا۔

"یہ کیا کیا؟" وہ چلا اٹھا۔

"حملہ"۔ فاروق بھی چیخا۔

"میں تمہاری ایسی کی تیسی کروں گا.... تگنی کا ناچ ناچتے نظر آؤ گے' اس سے بھی کچھ نہ بنا تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گے.... پھر کوئی

تمہارا نام بھی لینے والا نہیں ہو گا"۔ یہ کہہ کر نوبا خوفناک انداز میں فاروق کی طرف بڑھا۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا"۔ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

نوبا کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... یوں جیسے وہ اچانک ہوش میں آ گیا ہو' اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی طرف دیکھا... پھر وہ عجیب سے انداز میں بولا۔

"یہ... یہ کیا؟"

"کک... کہاں... کیا... ہمیں تو یہاں دور دور تک نظر نہیں آ رہا کچھ"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"اس... اس جملے میں کوئی بات تھی"۔

نوبا نے خوف میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

○☆○

جملے میں

ان کی زندگی میں بہت سے حیرت ناک لمحات آئے تھے... اس قدر حیران کن مناظر سامنے آئے تھے کہ کیا کسی اور کی زندگی میں آئے ہوں گے... یعنی سراغرسانی کا پیشہ اختیار کرنے والوں کو... لیکن آج اس وقت وہ جس قدر حیران ہوئے... پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے... جب انہوں نے نوبا کے منہ سے یہ سنا کہ اس جملے میں کچھ تھا... مارے حیرت کے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے... اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"آپ... آپ نے کیا کہا... اس جملے میں کچھ تھا... کون سے جملے میں"۔

"انسپکٹر جمشید نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا... تو اس جملے میں کچھ تھا"۔

"لیکن کیا تھا؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ پتا نہیں"۔ نوبا بولا۔

"حیرت ہے... کمال ہے... ایک طرف تو آپ کہہ رہے ہیں

اس جملے میں کچھ تھا جس نے آپ کو خوف میں مبتلا کر دیا... دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ پتا نہیں کیا تھا... آخر یہ کیا بات ہوئی؟"

"پتا نہیں"۔ اس نے پھر کہا۔

"حد ہو گئی... ابا جان آپ بتائیں... اس جملے میں کیا تھا"۔

"پتا نہیں"۔ انہوں نے بھی کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور زیادہ حد ہو گئی... کیا آپ سنجیدہ ہیں... یا آپ نے یہ جملہ مذاق میں کہا ہے"۔

"میں موت کی حد تک سنجیدہ ہوں"۔

"ارے باپ رے... خیر... آپ اب اس حد تک بھی سنجیدہ نہ ہوں"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

سب مسکرا دیے۔

"تو کیا آپ کو واقعی معلوم نہیں کہ اس جملے میں کیا تھا؟"

فرزانہ نے ان کی طرف دیکھا۔

"نن نہیں... بالکل نہیں"۔

"اور مسٹر نوبا... آپ کو؟" فرزانہ بولی۔

"نن نہیں... بالکل نہیں"۔ اس نے بھی انہی کے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی... اب کیا ہو گا"۔ فرحت چلائی۔

"حد ہو تو گئی... اور کیا ہو گا"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"انکل آپ ایسا کریں... ایک بار پھر یہ جملہ ادا کریں ذرا"۔ رفعت نے ترکیب بتائی۔

"اوہ ہاں... واقعی"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا اور جملہ ادا کرنے کے لیے منہ کھولا... عین اس وقت وہ چلا اٹھا۔

"نہیں... نہیں... انسپکٹر جمشید نہیں"۔

"کیا مطلب... یہ آپ نے کیا نہیں نہیں کی لائن لگا دی... کچھ نہیں بچا کر بھی رکھ لیں... ضرورت پڑنے پر کام آئیں گے"۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا"۔ انسپکٹر جمشید نے بالکل اسی انداز میں کہا۔

نوبا کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہو... جب کہ پہلی مرتبہ انہوں نے یہ جملہ بولا تھا' اس وقت اسے جھٹکا نہیں لگا تھا۔

"اوہو... جملہ ترقی کر رہا ہے"۔ فرزانہ چلائی۔

"تو پھر انکل ایک بار اور سہی"۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا"۔ وہ بولے۔

اس بار اسے اور زور سے جھٹکا لگا۔

"وہ مارا... اس طرح تو نوبا کو سکھا دیں سبق"۔

"ختم کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"ختم کرو... کیا ختم کریں... کیا مسٹر نوبا کو ختم کریں"۔

"نہیں.... اس مذاق کو.... جملے والے مذاق کو"۔

"ہم سمجھے نہیں.... آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں"۔

"جملے کا مذاق بہت ہو لیا.... فاروق اب آگے بڑھو اور نوبا سے مقابلہ کرو.... تمہارا پہلا وار بہت خوب صورت رہا.... اس کی جس قدر بھی داد دی جائے، کم ہے"۔

"لیکن افسوس! یہ داد میرے کس کام کی"۔ اس نے منہ بنایا۔

"کیوں کیوں.... کیا ہوا بھئی"۔

"یہ تو صرف شاعروں کے کام کی چیز ہے اور بس"۔

"اوہ ہاں واقعی.... یہ تو ہے"۔

"یہ تم لوگ کیا باتیں کرنے لگے"۔ نوبا غرایا۔

"ہائیں.... آپ میں اب بھی ہم پر غرانے کی ہمت ہے"۔

"میں نے کہا نا.... ختم کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"آخر ہم کیا ختم کریں انکل.... یہ بھی تو بتائیں نا"۔ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"ابھی بھی اس نے ہم سے دوسرا خوبصورت مذاق کیا ہے"۔

"دوسرا خوب صورت مذاق.... یہ آپ نے ایک اور الجھن میں مبتلا کر دینے والا جملہ بول دیا.... ہمیں تو پہلے خوب صورت مذاق کا ہی نہیں پتا"۔

ادھر نوبا ان کا جملہ سن کر بری طرح چونکا.... پھر اس کے منہ

سے بے ساختہ نکل گیا"۔

"بہت خوب انسپکٹر جمشید"۔

"حد ہو گئی.... انہوں نے تعریف شروع کر دی.... اور ہمیں سر پیر کا پتا نہیں.... بات ہے کیا؟"

"میں نے جب یہ جملہ بولا.... آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا.... تو اچانک مسٹر نوبا کو شرارت سوجھ گئی.... اس جملے سے ان پر کوئی اثر وثر نہیں ہوا تھا.... یہ ایکٹنگ کر رہے تھے.... اور ہمیں بلاوجہ خوش کر رہے تھے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"حیرت ہے انسپکٹر جمشید.... آپ نے اس بات کو بھانپ لیا"۔

"لیکن پہلا مذاق کیا تھا.... اب ذرا یہ بھی بتا دیں"۔

"مسٹر نوبا نے شروع سے ہمیں یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ یہ ہم سے کسی وجہ سے خوف زدہ ہیں.... اس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ ان کا کوئی کمزور پہلو ہے.... جس کی وجہ سے یہ ہم سے خوف کھاتے ہیں.... پھر جب ہم پانی میں اتر گئے.... تو انہوں نے اپنا کام دکھانا بند کر دیا اور یہ ظاہر کیا.... گویا اب انہیں میرے بارے میں کوئی خبر نہیں رہ گئی کہ ہم کہاں ہیں.... اس طرح ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ پانی کی موجودگی میں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے.... لہٰذا ہم نے پانی کے لباس بنوا لیے.... لیکن بعد میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ صرف ایک مذاق

تھا.... مسٹر نوبا کو پانی سے کوئی خوف نہیں ہے.... اسی لیے تو یہ اس وقت یہاں موجود ہیں"۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔ خان رحمان پکار اٹھے۔

"آپ کا یہ اندازہ بھی بالکل درست ہے.... آپ واقعی اندازے لگانے میں بہت ماہر ہیں"۔

"اس بات کو چھوڑیں.... اب یہ بتا دیں.... آپ آخر ہیں کیا.... آپ ہماری الجھن دور کیوں نہیں کر دیتے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

عین اس وقت سوریا کے منہ سے ایک کراہ نکل گئی اور اس نے کروٹ بھی لی.... پھر آنکھیں کھول دیں۔

"اور مسٹر سوریا.... کیا آپ ٹھیک ہیں؟"

"ہم.... میں.... ہاں شاید.... لیکن میرا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے"۔

"پروفیسر شیبان کی گولی منہ میں رکھ لیں"۔ نوبا مسکرایا۔

"اوہ ہاں.... میں تو بھول ہی گیا تھا"۔ وہ زبردستی مسکرایا۔

پھر اس نے اپنی بیگ سے ایک گولی نکال کر منہ میں رکھ لی۔

"تب پھر مسٹر نوبا.... جب ہم نے آپ کے منہ پر رومال رکھا تھا.... تو آپ اس وقت بے ہوش بھی نہیں ہوئے تھے.... صرف بے ہوش ہونے کی اداکاری کر رہے تھے"۔

"ہاں بالکل.... میں شروع سے لے کر اب تک تم سب سے کھیلتا رہا ہوں.... ورنہ میرا اور آپ کا مقابلہ کہاں.... میں ناقابل تسخیر

ہوں.... آپ لوگ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے.... آپ نے دیکھا نہیں.... میں نے تو بیگال اور انشارجہ جیسی طاقتوں کو جامد کر کے رکھ دیا ہے.... انہیں بھی میری غلامی میں آنا پڑ گیا ہے"۔

"ہاں! ہم اندازہ لگا سکتے ہیں.... لیکن سوال یہ ہے کہ...."۔

انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے.... اچانک انہیں ایک خیال آیا تھا.... انہوں نے فوری طور پر ساحل کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے.... یہ کیا.... آپ کہاں دوڑے جا رہے ہیں"۔ نوبا چلا اٹھا۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور دوڑ جاری رکھی.... یہ دیکھ کر نوبا ان کے پیچھے دوڑ پڑا اور پھر تو سبھی گویا ساحل کی طرف دوڑنے لگے۔

"اوہو.... کیا مصیبت آ گئی ہے"۔ پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

"شاید جمشید کو کوئی بہت اہم بات سوجھی گئی ہے.... اسی لیے تو نوبا تک اس کے پیچھے دوڑ پڑا ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔

بے تحاشا دوڑتے ہوئے وہ سب ساحل پر پہنچ گئے.... انسپکٹر جمشید وہاں سب سے پہلے پہنچے تھے.... اور واپس مڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگے تھے.... گویا باقی لوگوں کا انتظار کر رہے تھے.... ان سب سے پہلے نوبا پہنچا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟"

"کس بات کی طرف اشارہ ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ اس طرح بے تحاشا ساحل کی طرف کیوں دوڑے؟"

"آپ کو یہ بات معلوم کیوں نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے زوردار انداز میں کہا۔

"کک... کیا مطلب؟"

"اگر آپ اپنے علم کے ذریعے... یا کسی بھی ذریعے سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ کل فلاں معاملے میں کیا ہونے والا ہے... تو اس وقت آپ یہ کیوں معلوم نہیں کر سکے... کہ میں نے ساحل کی طرف کیوں دوڑ لگائی ہے... اگر اب تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی... تو اب اپنے علم کو آواز دیں اور بتائیں... میں نے کیوں دوڑ لگائی ہے"۔

"ہاں! میں بتا سکتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"تو پھر بتائیں"۔

"بتانے کی بجائے میں انہیں روکنے کی کوشش کیوں نہ کروں"۔

"کیا مطلب... کس کی بات کر رہے ہیں آپ"۔ محمود زور سے اچھلا۔

"انسپکٹر کامران مرزا کی... انہوں نے ہمارے ساتھ دوڑ نہیں لگائی تھی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا"۔ وہ چلائے۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"آخر انہوں نے کیوں دوڑ نہیں لگائی تھی؟"

"اس لیے کہ میں دوڑا ہی اس لیے تھا کہ وہ نہ دوڑیں"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"جی... کیا مطلب... آپ تو اب مسٹر نوبا سے زیادہ عجیب باتیں کر رہے ہیں"۔ مکھن نے بھنا کر کہا۔

"ہاں شاید... لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں"۔

اور عین اس وقت نوبا تیر کی طرح اس طرف دوڑ پڑا... اس سمت میں جہاں کچھ دیر پہلے... وہ سب موجود تھے... اور جہاں سوریا زخمی حالت میں پڑا تھا... اور انسپکٹر کامران مرزا جہاں سے نہیں دوڑے تھے۔

○☆○
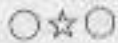
سو گیا تھا

"ارے ارے.... بھائی توبا.... اوہ میرا مطلب ہے.... مسٹر توبا.... آپ کہاں بھاگ چلے ہم سب تو یہاں ہیں"۔ فاروق نے بلند آواز میں ہانک لگائی۔

لیکن اس نے تو جیسے اس کی آواز تک نہیں سنی.... بس سرپٹ دوڑتا چلا گیا۔

"تب پھر اب ہم یہاں کیا کریں گے رک کر؟" خان رحمان چلائے۔

"ہاں بالکل.... آؤ چلیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اب وہ سب توبا کے پیچھے دوڑ پڑے.... ادھر توبا اس میدان میں پہنچا' پھر وہ پہنچے.... انہوں نے دیکھا.... انسپکٹر کامران مرزا وہاں نہیں تھے.... نہ سوریا وہاں تھا.... جہاں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے.... توبا بت بنا کھڑا تھا۔

"کیا ہوا مسٹر توبا؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"سوریا غائب ہے.... اور ساتھ میں آپ کے انسپکٹر کامران مرزا

بھی غائب ہیں"۔

"اوہ اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"اب اوہ اوہ کیا لگا رکھی ہے.... آواز دیں نا اپنے انسپکٹر کامران مرزا کو"۔ توبا نے جل بھن کر کہا۔

"تو آپ کیوں اپنے سوریا کو آواز نہیں دیتے"۔

"سوریا.... سوریا.... تم کہاں ہو؟"

"جہاں انسپکٹر کامران مرزا ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"حد ہو گئی"۔ توبا نے چیخ کر کہا۔

"ابھی اور ہو گی.... آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا"۔ آفتاب نے ہنس کر کہا۔

"ہوں.... اب میں تم لوگوں کو اپنی طاقت دکھاتا ہوں.... اگر خوفناک موت سے بچنے کی خواہش ہے تو سوریا اور انسپکٹر کامران مرزا کو میرے سامنے لے آؤ"۔

"آخر آپ کو سوریا کے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا.... آپ آخر توبا ہیں توبا"۔ فاروق نے گویا اسے یاد دلایا۔

توبا کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا.... یوں جیسے اسے ہوش آ گیا ہو.... اس نے چونک کر کہا۔

"اوہ بہت بہت شکریہ.... آپ نے مجھے جگا دیا.... میں دراصل سو گیا تھا"۔

"کیا... کیا کہا... آپ سو گئے تھے؟"

"ہاں بالکل... میں سو گیا تھا... اگر میں نیند میں نہ چلا جاتا تو سوریا کے لیے بھلا کیوں پریشان ہوتا... میرے لیے سوریا کیا ہے... صرف میرے استاد... بلکہ میرے شاگرد کا بیٹا... اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا... لہٰذا وہ جہاں ہے... بے شک وہیں رہے... میں تم سب کے لیے بہت کافی ہوں... تم تو منٹوں میں میرے آگے گھٹنے ٹیک دو گے"۔

"او کے... آ جائیں پھر میدان میں... ارے ہم... مگر... آپ تو پہلے ہی میدان میں ہیں اور اس سے زیادہ کیا میدان میں آئیں گے... ہاں... ایک بات ضرور رہ جاتی ہے... یہ آپ نے کیا کہا مسٹر نوبا... میرے استاد... بلکہ میرے شاگرد کا بیٹا... بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے... پروفیسر شیبان آپ کے استاد تھے یا شاگرد"۔

"پہلے وہ میرے شاگرد تھے... پھر میرے استاد بنے"۔ وہ ہنسا۔

"یہ کیا بات ہوئی... کیا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے"۔

"میرے ساتھ تو ایسا ہی ہوا ہے"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہم سمجھے نہیں... مہربانی فرما کر وضاحت کر دیں"۔

"افسوس! میں اس بات کی وضاحت بھی تو نہیں کر سکتا"۔ اس نے کہا۔

ایک تو آپ کے ساتھ یہ بڑی مصیبت ہے... جب دیکھو...

فلاں بات کی وضاحت نہیں کر سکتے... فلاں بات کی وضاحت نہیں کر سکتے... ہے کوئی تک"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"نہیں خیر... تک تو واقعی نہیں ہے"۔ محمن مسکرایا۔

"ہاہاہا... ہاہا... میں نے اگلوا لیا"۔

ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا کی آواز گونج اٹھی... آواز ایک درخت کے اوپر سے آئی تھی... ان سب کی نظریں اوپر اٹھ گئیں۔

"ہائیں انکل... آپ اوپر ہیں"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور سوریا بھی"۔ وہ ہنسے۔

"لیکن آپ سوریا سمیت اوپر کیسے پہنچ گئے"۔

"میں نے اس کی کن پٹی پر صرف پانچ منٹ والا ایک ہاتھ مارا... اسے کندھے پر ڈالا اور درخت پر چڑھ گیا۔

"کیا اس طرح چڑھنا ایک مشکل کام نہیں تھا؟"

"ضرور تھا... لیکن میں نے اس کام کی مشق کی ہوئی ہے"۔

"اوہ اچھا خیر... یہ آپ نے کیا فرمایا... میں نے اگلوا لیا... آپ نے کیا اگلوا لیا... مسٹر سوریا سے"۔

"یہ کہ... مسٹر نوبا..."۔ وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"کیا ہوا؟" نوبا بولا۔

"ہاہاہا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے قہقہہ لگایا۔

"یہ بے موقع قہقہہ سمجھ میں نہیں آیا"۔ نوبا نے الجھ کر کہا۔

"آپ کو تو کل ہونے والی بات کا پتا چل جاتا ہے.... پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں کہ میں نے قہقہہ کیوں لگایا"۔

"اوہ اچھا.... یہ بات ہے.... دراصل مجھے اپنے غلاموں کو آواز دینا پڑتی ہے"۔

"غلاموں کو آواز.... کون سے غلاموں کو آواز؟"

"جو مجھے کل ہونے والی خبریں سناتے ہیں یا دکھاتے ہیں"۔

"حد ہو گئی.... اب آپ کے غلام بھی نکل آئے.... جو آپ کو خبریں دیتے ہیں.... تب پھر وہ آپ کے غلام کیوں ہیں.... ان کو تو آپ کا آقا ہونا چاہیے"۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں.... اور یہ بتائیں' ہنسے کیوں؟"

"غیب کی خبریں بتانے والا آج مجھ سے کیوں پوچھ رہا ہے.... وہ خود بتائے"۔

"او کے.... ابھی لو"۔

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک عجیب سی ڈبیا نکالی.... اس پر لگے چند ایک بٹن دبائے.... پھر اس کو کان سے لگا کر بولا۔

"اس وقت جو انسپکٹر کامران مرزا نے قہقہہ لگایا ہے.... اس کی کیا وجہ ہے.... بعد میں انھوں کیا وجہ بتائی تھی"۔

دوسری طرف کی بات سن کر خود نوبا حیرت زدہ رہ گیا.... اس نے

انھیں گھور کر دیکھا.... پھر سرد آواز میں بولا۔

"آپ نے قہقہہ اس لیے لگایا تھا کہ میں آپ سے پوچھ رہا تھا.... آپ نے سوریا سے کیا اگلوا لیا.... مطلب یہ کہ یہ بات تو مجھے معلوم ہونی چاہیے.... اور میں آپ سے پوچھ رہا تھا.... اس بات پر قہقہہ لگایا تھا آپ نے.... کیا میں نے درست کہا؟" یہاں تک کہہ کر نوبا چپ ہو گیا۔

"ہاں! بالکل.... یہی بات تھی؟"

"تب پھر آپ سن لیں.... میں بتا دیتا ہوں.... آپ نے سوریا سے کیا اگلوایا ہے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"بہت خوب.... بتائیں پھر.... میرے سب ساتھی سننے کے لیے بے چین ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"جی نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا کہا.... فرزانہ.... ایسی کوئی بات نہیں اور ساتھ میں تم نے اپنے انکل کی بات سن کر برا سا منہ بھی بنایا.... یہ تو بدتمیزی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"برا سا منہ میں نے ان کی بات پر نہیں.... نوبا کو دیکھ کر بنایا ابا جان"۔

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے.... اس کی تمہیں اجازت ہے.... اسے دیکھ کر بنانا چاہیے.... برا سا منہ بنا سکتی ہو.... تمہیں کھلی چھٹی ہے"۔

"شکریہ ابا جان.... اس چھٹی کے لیے شکریہ.... ویسے آپ نے کھلی چھٹی بھی دی تو کس بات کی"۔ فرزانہ نے فوراً" کہا.... سب مسکرانے لگے۔

"حد ہو گئی.... بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی؟" خان رحمان بولے۔

"اوہ ہاں.... تم کیا کہہ رہی تھیں فرزانہ"۔ ویسے میں نے تمہاری بات کا برا نہیں مانا.... مجھے تو خوشی ہو رہی تھی۔

"آپ نے سنا ابا جان.... انکل کو خوشی ہو رہی تھی"۔

"اور اب مجھے بھی ہو رہی ہے"۔ وہ بول پڑے۔

"جی.... آپ کو کیا ہو رہا ہے"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"خوشی.... اور کیا"۔

"یہ تو آپ باتیں بگھارنے لگے.... اور یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ اندھے گائیں بہرے بجائیں"۔

"آپ زبردستی محاورے نہ ٹھونسیں.... ہم اس میدان کے کوئی کم کھلاڑی نہیں ہیں"۔

"اوہ ہاں.... یہ بات تو تم ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتے ہو"۔ تو وہ ہنسا۔

"پھر وہی محاورہ"۔

"تم لوگ میرے لیے تین میں نہ تیرہ میں.... میں تو تمہیں کسی

کھیت کی مولی تک سمجھنے کے لیے تیار نہیں"۔

"حد ہو گئی.... اب ہم مولیاں بھی نہیں ہو سکتے.... کمال ہے"۔ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

"انسپکٹر کامران مرزا کی بات رہی جاتی ہے.... کیا میں بتاؤں.... آپ نے سوریا سے کیا اگلوایا ہے؟"

"نہیں.... میں یہ بتائے دیتا ہوں"۔ انھوں نے برا سا منہ بنایا۔

"ارے تو بتائیں.... کیوں میرا' اپنا اور پوری دنیا کا وقت ضائع کر رہے ہیں"۔

"سوریا نے بتا دیا ہے کہ آپ ہماری دنیا کے انسان نہیں ہیں.... ایک دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں"۔

"کیا.... نہیں"۔ بہت سی آوازیں ابھریں۔

اور پھر وہاں موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔

○☆○

ایزان

سورج اپنی آخری کرنیں درختوں پر نچھاور کر رہا تھا.... کوئی دم میں وہ غروب ہونے والا تھا.... لیکن اس وقت وہ جزیرہ .... بتوں کے جزیرے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ سب بالکل بت بنے کھڑے تھے.... یوں لگتا تھا جیسے وہ بے جان مجسمے ہوں.... ان میں زندگی نہ ہو.... بلکہ وہ پورا جزیرہ بے جان ہو.... اس میں کہیں کوئی زندگی نہ ہو.... بلکہ یوں محسوس ہو رہا تھا.... جیسے پوری دنیا بے جان ہو.... پوری دنیا سے جیسے زندگی ختم ہو گئی ہو۔

نہ جانے وہ کب تک ساکت کھڑے رہے.... ان کے ساتھ توبا بھی ساکت تھا.... شاید وہ یہ راز ان پر ظاہر کرنے کے لیے تیار نہیں تھا.... لیکن انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید کی چال نے اس کا راز کھول دیا تھا.... سوریا آخر اس دنیا کا انسان تھا.... بتانے پر مجبور ہو گیا.... آخر سب سے پہلے اخلاق کی آواز ابھری۔

"اف میرے اللہ! یہ ہم نے کیا سنا ہے.... مسٹر توبا.... ہماری اس زمین کا انسان نہیں ہے"۔

"وہ نہیں.... یہ جس سیارے کا انسان ہے.... اس کا نام ایزان ہے.... انسپکٹر کامران مرزا نے انھیں بتایا۔

"لل.... لیکن.... توبا نے تو بتایا تھا کہ یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے"۔

"اس نے غلط بتایا تھا.... ہمیں چکر دے رہا تھا.... پروفیسر شیبان کا بیٹا سوریا ہے"۔

"اوہ.... تب پھر.... یہ چکر کیا ہے.... کسی دوسرے سیارے کا انسان ہماری زمین پر آخر کیسے آ گیا.... اور اس کی شکل صورت تو بالکل ہم جیسی ہے"۔

"پروفیسر شیبان نے اس کی شکل صورت ہم جیسی بنانے کی پوری کوشش کی تھی اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب رہا"۔

"جی.... کیا مطلب.... کیا توبا اس وقت سے ہماری سرزمین پر ہے"۔

"توبا بہت چھوٹا سا تھا.... جب یہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے سیارے کی ایجاد اڑن طشتری میں بیٹھا خلا کا چکر لگا رہا تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بتایا۔

"اوہ.... تو پھر؟"

"اچانک اڑن طشتری میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی.... وہ ایزان پر واپس نہ جا سکی اور ہماری زمین پر آ گری.... وہ جنگل میں گری تھی اور

رات کا وقت تھا... اس کے ماں باپ اسی میں جل کر کوئلہ ہو گئے
تھے... لیکن نوبا بچ گیا تھا... وہیں جنگل میں پروفیسر شیبان نے اپنا مکان
بنایا تھا... وہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھا ستاروں کا معائنہ کر رہا تھا کہ
اس نے اڑن طشتری کو گرتے ہوئے دیکھ لیا... وہ اس سمت میں
دوڑا... اس وقت سوریا ننھا سا بچہ تھا... اور اس کی بیوی مر چکی
تھی... لہٰذا اڑن طشتری کا پتا اس کے سوا کسی کو نہ لگ سکا... نزدیک
پہنچ کر اس نے دیکھا... ایک بچہ پڑا رو رہا ہے... اور اڑن طشتری کے
اندر دو لاشیں جلی پڑی ہیں... بچے کے پاس ایک ننھا سا آلہ بھی اسے
پڑا ملا... اچانک اس آلے میں سے آواز سنائی دینے لگی... اس کے
سیارے کے لوگ نوبا کے ماں باپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے
تھے... وہ آلہ پروفیسر نے اٹھا لیا... اور بات کرنے کی کوشش شروع کر
دی... لیکن اس سیارے کی زبان اور تھی... اب اس نے سوچا... اس
اڑن طشتری کے آثار کو غائب کر دینا چاہیے... اس نے اس کا پٹرول
ڈال کر اس کو آگ لگا دی... اڑن طشتری جل کر راکھ ہو گئی... اس
راکھ کو بھی اس نے راتوں رات گڑھا کھود کر دفن کر دیا... اب اس
کے پاس نوبا اور آلہ رہ گیا تھا... آلے پر وہ ایران کے لوگوں کو اپنی
آواز سنا چکا تھا... اس آلے پر ان کی سمجھ میں نہ آنے والی بات چیت
آہستہ آہستہ سمجھ میں آنے والی زبان بنتی چلی گئی... پھر وہ ایک
دوسرے کی بات سمجھنے لگے... شیبان نے انہیں اڑن طشتری کے بارے

میں بتایا... اس میں جل مرنے والے انسانوں کے بارے میں بتایا...
اس بچے کے بارے میں بتایا... ادھر سے اسے بتایا گیا کہ وہ دونوں جو
جل مرے ہیں ان کے سیارے ایران کے بہت بڑے سائنس دان
تھے... اور وہ کسی دوسرے سیارے کی تلاش میں نکلے تھے... اور یہ کہ
اب وہ اس بچے کو واپس اپنے سیارے پر بلانے کے قابل نہیں رہے
تھے... لہٰذا انہوں نے شیبان سے درخواست کی کہ وہ نوبا کی پرورش
کرے... وہ اس سے رابطہ رکھیں گے... اس آلے کے ذریعے وہ
رابطہ رکھنے کے قابل بہرحال تھے... بلکہ اس کے بعد انہوں نے
مصنوعی سیارے کے ذریعے بہت سی چیزیں پروفیسر شیبان کو ارسال بھی
کیں... لیکن وہ نوبا کو واپس حاصل کرنے کے لیے اڑن طشتری بھیجنے کا
خطرہ مول نہ لے سکے... ان کا کہنا تھا کہ ان کی اڑن طشتری میں کوئی
کمی ہے... جس کی وجہ سے ان کی کوئی اڑن طشتری اب تک واپس
نہیں پہنچ سکی تھی... مطلب یہ کہ جتنی بھی اڑن طشتریاں خلا کی سیر
کے لیے نکلیں... سب کی سب تباہ ہوئیں... کوئی واپس نہ پہنچ سکی۔

اب مصنوعی سیارے کے ذریعے وہ شیبان کو اپنے سیارے کے
سائنسی آلات بھیجنے لگے... ان کے سائنس دان اس حد تک ترقی کر
چکے تھے کہ ایک دو ماہ بعد ہونے والے واقعات ان آلات کے ذریعے
دیکھ لیتے تھے... بلکہ ان کی فلم بھی بنا لیتے تھے... دراصل یہ وقت کا
مسئلہ تھا... وہ چوبیس گھنٹے یا ایک ماہ کے وقت کو درمیان سے اچک لیتے

تھے اور انہیں کچھ وقت بعد ہونے والے واقعات نظر آنے لگتے تھے۔۔۔
اور ایسا وہ باقاعدہ آلات کی مدد سے کرتے تھے۔۔۔۔ انہی آلات پر فلم بھی
رکی جا سکتی تھی۔۔۔ ان آلات پر ٹائم فکس کرنا پڑتا تھا اور یہ کہ وہ
ات پروفیسر کے مکان کے نیچے بنے ایک تہ خانے میں نصب کیے گئے
تھے۔۔۔ ان سے اس پورے کیس میں غلطی یہ ہوئی تھی کہ پروفیسر شیبان
کے مکان کا بغور جائزہ لیا ہی نہیں تھا۔۔۔ ورنہ بہت پہلے وہ ان تمام
رازوں سے آگاہ ہو سکتے تھے۔۔۔ اور یہ تمام باتیں انہوں نے بہت جلدی
میں سوریا سے اگلوائیں تھیں۔۔۔ اس کے علاوہ پروفیسر شیبان نے نوبا کو
ہپناٹزم کا ماہر بنایا تھا اور اس قسم کے سائنسی علوم سکھائے تھے کہ وہ
دیکھنے میں یا عمل کے اعتبار سے بالکل جادوگروں جیسے کمالات رکھنے والا
انسان بن کر رہ گیا تھا۔۔۔ اور پھر وہ تھا بھی دوسری دنیا کی ایک مخلوق۔۔۔
وہاں کے لوگ اس قدر سخت جان تھے۔۔۔۔ اس قدر طاقت ور تھے کہ
اس زمین کے لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ اور پھر ان میں
سائنسی طاقت بھی ان سے کہیں زیادہ تھی۔۔۔۔ ان کے سائنسی حربے ان
کے لیے چکرا دینے والے ثابت ہوتے۔

اور اب۔۔۔ اس وقت وہ کھڑے سوچ رہے تھے۔۔۔ اب وہ کیا
کریں۔۔۔ نوبا کا کیا کریں۔۔۔۔ وہ تو پوری دنیا کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔۔۔
اور ابھی تو صرف ایک نوبا ان کی زمین پر آیا تھا۔۔۔ اگر کہیں وہ اڑن
طشتری کو مزید ترقی دینے کے قابل ہو جاتے تو ایران کی فوج ان کی زمین

پر اتر سکتی تھی۔۔۔ اس صورت میں جو تباہی مچتی۔۔۔۔ اس کا اس وقت
تصور بھی مشکل تھا۔۔۔ آخر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ نوبا کو ختم کر
دیں۔۔۔ سوریا کو بھی ختم کر دیں۔۔۔ اور اس آلے کو بھی جلا کر راکھ کر
دیں۔۔۔ تاکہ اس سیارے سے ہمارا کوئی رابطہ نہ رہ جائے"۔

"لیکن مسٹر سوریا کو کس جرم کے تحت ختم کریں۔۔۔ سوال تو یہ
ہے۔۔۔ نوبا کا جرم تو بہت بڑا ہے۔۔۔۔ اس نے تو ہمارے ملک کا نظام
درہم برہم کیا ہے۔۔۔۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔۔۔ ان گنت غیر ملکی
لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔۔۔۔ ملکی طور پر بھی کنگ وغیرہ کو ہلاک کیا ہے۔۔۔
لہٰذا اسے سزا دی جا سکتی ہے۔۔۔ لیکن سوریا نے کیا کیا ہے؟" خان
رحمان بولے۔

"او کے۔۔۔۔ ہم مسٹر سوریا کو جان سے نہیں ماریں گے۔۔۔ انہیں
حوالات میں بند کریں گے۔۔۔۔ اور اس کے بعد یا تو ان کی اصلاح ہو
جائے گی۔۔۔۔ یا پھر یہ جیل جائیں گے"۔

"باتیں تو آپ لوگوں نے بہت کر لیں۔۔۔ لیکن یہ بھی سوچا
ہے۔۔۔ ان پر عمل نہیں ہو سکے گا"۔

"آخر کیوں۔۔۔۔ وجہ؟"

"اس لیے کہ میں یعنی نوبا تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں"۔

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اس سے یہ ہوتا ہے۔۔۔ کہ میں تم لوگوں کے لیے اکیلا کافی ہوں۔۔۔ میں اس دنیا کا انسان نہیں ہوں۔۔۔ آپ لوگوں کو میری لڑائی کے طریقے معلوم نہیں۔۔۔ کیا سمجھے؟"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔۔۔ لیکن ہم لڑیں گے۔۔۔ اب ہم جان گئے ہیں۔۔۔ آپ کوئی جادوگر نہیں ہیں۔۔۔ کوئی جن نہیں ہیں۔۔۔ کوئی شیطان نہیں۔۔۔ بس ایک دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں"۔

"اچھا تو پھر اب میں اپنا میک اپ اتارتا ہوں"۔ تو وہ ہنسا۔

"کیا کہا۔۔۔ میک اپ اتارتے ہیں۔۔۔ تو کیا آپ میک اپ میں ہیں"۔ محمود نے چونک کر کہا۔

"پروفیسر شیبان نے میرے جلے ہوئے چہرے پر تبدیلیاں کی تھیں۔۔۔ لیکن جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا۔۔۔ میری اصل شکل و صورت واپس آتی گئی۔۔۔ اس طرح میں اس زمین جیسی شکل اور صورت کا انسان نہ بن سکا۔۔۔ البتہ سب کے سامنے آنے کے لیے میں نے میک اپ کا سہارا لیا"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"کیوں۔۔۔ کیا آپ میری اصل شکل اور صورت نہیں دیکھنا چاہتے؟"

ضرور دیکھیں گے۔۔۔ بلکہ ہم تو بے چین ہو گئے ہیں آپ کی اصل شکل اور صورت دیکھنے کے لیے"۔ آصف بولا۔

"لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی اصل شکل صورت دکھانے کی ضرورت کیا پڑ گئی؟"

"اب جب کہ لڑنا ہی ہے۔۔۔ تو میں اصلی شکل و صورت میں کیوں نہ لڑوں۔۔۔ میں آپ سب کے مقابلے میں بالکل اکیلا ہوں۔۔۔ بالکل اکیلا"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے"۔

"تب پھر۔۔۔ میں آپ کو اپنی وہی شکل دکھاؤں گا۔۔۔ تاکہ آپ کی دنیا دیکھ لے اور جان لے۔۔۔ ایران کا انسان کس قدر بہادر، طاقت ور اور باحوصلہ ہے۔۔۔ ہمت ہارنے والا نہیں۔۔۔ زندگی کے آخری سانس تک تم لوگوں کو مزا چکھا سکتا ہے۔۔۔ یہ بھی جان لیں۔۔۔ تم لوگوں کا کوئی پستول، کوئی بندوق میرے لیے کوئی چیز نہیں"۔

"سوال یہ ہے کہ کیوں۔۔۔ کیا آپ گوشت پوست کے انسان نہیں ہیں؟"

"کیوں نہیں۔۔۔ مجھے چھو کر دیکھا جا چکا ہے۔۔۔ میں گوشت پوست کا انسان ہوں"۔

"تب پھر ہمارا کوئی ہتھیار کیوں اثر نہیں کرے گا"۔

"اس لیے کہ۔۔۔ ہم۔۔۔ مگر نہیں۔۔۔ جانے دو۔۔۔ اب جب کہ دو دو ہاتھ کرنے کا وقت ہے۔۔۔ باتیں ختم ہو جانی چاہئیں۔۔۔ لوگ بے چین ہو رہے ہوں گے۔۔۔ آپ کی دنیا کے لوگ۔۔۔ وہ جلدی ہی میرے

کلام ہوں گے... یہ مقابلہ دیکھنے کے بعد کس میں ہمت ہو گی کہ میرے مقابلے میں آنے کے بارے میں سوچ بھی سکے... پہلے میں صرف اپنی جسمانی طاقت سے لڑوں گا... کوئی اور طاقت کام میں نہیں لاؤں گا... نہ ہپناٹزم کی طاقت... نہ غائب ہونے کی طاقت"۔

"گویا آپ ہم سے پہلے صرف ایک عام انسان کی حالت میں لڑیں گے... اور جب دیکھیں گے کہ آپ کو شکست ہو رہی ہے تو اس صورت میں آپ اپنی ہپناٹزم کی طاقت استعمال کریں گے... جب ہپناٹزم کی طاقت سے بھی کام نہیں چلے گا تو آپ غائب ہو جائیں گے... یہی بات ہے نا"۔

"نہیں... تم مجھے شکست نہیں دے سکو گے"۔

"او کے... ارے... وہ تو رہ ہی گیا... آپ کا میک اپ... آپ اس کو ختم کریں"۔

"اوہ ہاں... واقعی"۔

اور پھر اس نے اپنے چہرے اور جسم پر سے میک اپ کے لیے استعمال کی گئی چیزیں اتارنا شروع کیں... نہ جانے کس کس قسم کی چیزیں استعمال کی گئی تھیں... وہ تہ در تہ اترتی چلی گئیں... اور آخر کار ان کے سامنے ایک دوسری دنیا کا انسان کھڑا تھا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کو دیکھنے لگے... اس قدر عجیب اور حیرت انگیز نقش و نگار والا انسان وہ اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے

تھے... اس کا رنگ نیلا تھا... بالکل نیلا... مطلب یہ کہ جلد کا رنگ نیلا تھا... آنکھوں کا رنگ بالکل سفید تھا... ناک بالکل گول سی تھی... اور آنکھیں لمبی... لکیر نما... کان بہت لمبے لمبے تھے... نیچے جھول رہے تھے... وہ ان کو ہاتھی کی طرح حرکت دے سکتا تھا... اس کے ہاتھ پاؤں بھی اس زمین کے انسانوں جیسے نہیں تھے... انگلیاں حد درجے لمبی اور باریک باریک تھیں... اس کے پیروں کی انگلیاں بہت لمبی پتلی اور پیر انگلیوں کے بعد بالکل گول تھے... جیسے اونٹوں کے ہوتے ہیں... باقی دھڑ عام انسان کی طرح کا تھا... قد بھی عام انسان جیسا تھا... وہ نہ جانے کتنی دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے... آخر فاروق کی آواز گونجی۔

"کک... کہیں... یہ صاحب اب بھی تو میک اپ میں نہیں ہیں... اور جب ہم اس کے اس میک اپ کو اتاریں گے... تو اندر سے بالکل ہم جیسا انسان تو نہیں نکل آئے گا"۔

"خیال زبردست ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"گویا اس بات کا امکان ہے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"زبردست امکان ہے"۔

"بہت خوب! تب تو مزا رہے گا... اگر ایسا ہو گیا"۔

"غلط ہواؤں میں اڑ رہے ہو... میں اس دنیا کا نہیں... ایزان کا انسان ہوں... اور تمہیں ابھی اس بات کا یقین آ جائے گا"۔

"وہ کیسے؟" آصف ہنسا... انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

نوبا نے اسے بری طرح گھورا... پھر بولا۔

"تم لوگوں کے خون کا رنگ کیا ہے؟"

"سرخ"۔ آصف نے کہا۔

"زمین کے کسی انسان کے خون کا رنگ نیلا تو نہیں ہے"۔

"کیا مطلب... نیلا خون"۔

"ہاں... کیا کسی انسان کے جسم کے اندر یہاں نیلا خون ہے"۔

"میں نے تو آج تک نہیں سنا"۔

"تب پھر یہ لو"۔

یہ کہ کر اس نے جیب سے چاقو نکالا اور اپنی کلائی پر ایک خراش لگائی... وہ اس وقت سکتے میں آ گئے... جب انہوں نے نیلے رنگ کا خون اندر سے نکلتے دیکھا۔

"تک... کیا... تو کیا... یہ واقعی ایزان کا انسان ہے"۔

"اب... ہم اس کے سوا کیا کہ سکتے ہیں"۔

"اور تم میرا بہت وقت ضائع کر چکے... مقابلہ شروع... تم سب مل کر مجھ پر حملہ کرو... یا اکیلے اکیلے کرو... پستول چلاؤ یا توپ چلاؤ... بم مارو' جو چاہے ہتھیار استعمال کرو... نوبا تمہارے سامنے کھڑا نظر آئے گا... اور جب تمہارے سارے ہتھیار بیکار ہو جائیں گے... تب میں

حرکت میں آؤں گا... اور اس وقت تم محسوس کرو گے... آج سے پہلے تم ایسی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہی نہیں تھے... کیا سمجھے؟"

"سمجھ گئے... ہم سے مقابلہ کرنے والے پہلے اسی طرح ڈینگیں ہانکتے ہیں... اور پھر موت کی نیند سو جاتے ہیں... لیکن ہمارے لیے ایک الجھن ہے... شدید الجھن"۔ فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" نوبا مسکرایا... جیسے کوئی بوڑھا بچوں کی باتوں پر مسکراتا ہے۔

"ہم جناب کی لاش کا کیا کریں گے... ایک دوسری دنیا کے انسان کی لاش اپنی اس زمین پر کس طرح دفن کریں گے"۔

"اوہ... اوہ"۔ وہ سب کے سب بول اٹھے۔

"یہ واقعی ایک ہولناک سوال ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہولناک کیسے؟" خود فاروق نے پوچھا۔

"ہم نے سن رکھا ہے... جس جگہ سے کسی کی مٹی لی جاتی ہے... یعنی اس کی پیدائش جس جگہ کی مٹی سے ہوتی ہے... وہ اسی جگہ دفن ہوتا ہے"۔

"اوہ اچھا... ہاں واقعی... یہ بات ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اب اس الجھن کا کیا حل ہے؟"

"میں بتاتا ہوں"۔ نوبا ہنسا۔

"پہلے پھر آپ ہی بتا دیں.... ہم آپ کی لاش کا کیا کریں گے؟؟"

"میں لاش میں تبدیل ہوں گا ہی نہیں"۔

"اوہو.... آپ ذرا سمجھنے کی کوشش کریں"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"پہلے تو پھر یہ بتا دیں.... میں کیا سمجھنے کی کوشش کروں"۔ نوبا نے پھر ہنس کر کہا۔

"یہ کہ آخر کار ایک دن تو آپ کی موت واقع ہو گی.... چلو ہمارے ہاتھوں نہ سہی.... قدرتی طور پر تو آپ مریں گے یا نہیں"۔

"اس سے کون انکار کر سکتا ہے.... ہمارے ایران پر بھی لوگ مرتے ہیں.... اور مرنے والوں کو دفن کیا جاتا ہے"۔

"تب پھر.... اس وقت.... آپ کی لاش کا کیا کیا جائے"۔

"میری لاش لہروں میں تبدیل ہو کر میری زمین پر چلی جائے گی.... تم فکر نہ کرو"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... اگر ایسا ہو سکتا ہے تو آپ زندہ حالت میں اپنے سیارے پر کیوں نہیں چلے گئے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے جل بھن کر کہا۔

"میری لاش ہاہاہا" یہاں دفن ہو گی.... آخر کار ایک دن ہمارے سیارے کے لوگ زمین پر حملہ آور ہوں گے.... وہ ایسی اڑن طشتری

بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے.... جو خراب نہیں ہو گی.... ان کے ذریعے وہ آپ کی زمین پر اتریں گے اور میری لاش کو نکال کر لے جائیں گے.... ایسا کب ہوتا ہے.... یہ کچھ پتا نہیں"۔

"خیر اس مسئلے کا کوئی حل تو سامنے آ گیا نا.... یوں ہی سہی"۔ انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

"تب پھر.... اب مقابلہ شروع ہو جانا چاہیے"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں.... اور اگر آپ خود کو قانون کے حوالے کر دیں تو یہ معاملہ مقابلے کے بغیر بھی حل ہو جائے گا"۔

"ہاہاہا.... میں خود کو آپ کے قانون کے حوالے کر دوں.... کیا آپ کی جیلیں مجھے اپنے اندر رکھ سکیں گی"۔

وہ اس کی اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکے.... کیونکہ وہ تو بند کمرے سے دروازے کھولے بغیر نکل جاتا تھا۔

"بس.... ہو گئے لاجواب"۔

"اب اور کیا کریں.... مجبور ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔

نوبا زور زور سے ہنسنے لگا.... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے فاروق سے کہا۔

"فاروق بزدل کہیں کے.... یہ کیسی بزدلی ہے.... آگے بڑھ کر مقابلہ نہیں کر سکتے تو پیچھے آ جاؤ.... میں تمہاری جگہ آفتاب کو بھیج دیتا ہوں.... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی غصے میں بھری آواز گونج اٹھی۔

فاروق کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔

"یہ آپ نے کیا کہا اباجان... میں تو بات چیت کی وجہ سے رک گیا تھا... لیجیے میں چلا... ہاں مگر... مجھے ایک اجازت دیں"۔

"اب اجازت وجازت کا وقت نہیں رہا... اس سے ٹکرا جاؤ... چاہے موت کو کیوں نہ گلے لگانا پڑے... اگر ہم اسے نہ مار سکے... تو یہ پوری زمین کے لیے مصیبت بن جائے گا... اور پچاس سال یا سو سال بعد... ہماری زمین پر صرف ایرانی آباد ہوں گے"۔

"نن نہیں"۔ وہ سب چلائے۔

"بس تو پھر اسے ختم کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید گرجے۔

"اور ہم اسے ختم کریں گے... میں جو اجازت چاہتا تھا... اب وہ بھی نہیں مانگوں گا... لیجیے میں چلا"۔

"ایک منٹ بھئی... ایک منٹ"۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا مسکرا کر بولے۔

"اب کیا ہے انکل... آپ نے سنا نہیں... اباجان نے کیا کہا؟"

"سنا ہے... لیکن میں اس اجازت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں"۔

فاروق نے فوراً سوالیہ انداز میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا... جیسے کہہ رہا ہو... اب کیا کروں... آپ کا حکم مانوں یا ان کا۔

"چلو بتاؤ... کیا اجازت چاہتے تھے؟"

"محمود کا چاقو لینے کی اجازت چاہتا تھا... جب یہ صاحب بم، توپ، پستول غرض ہر قسم کے ہتھیار سے لڑنے کی اجازت دے رہے ہیں... تو میں ایک چھوٹا سا چاقو بھی لے کر مقابلہ نہیں کر سکتا؟"

"ضرور بھئی... کیوں نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیے۔

"ٹھیک ہے... تمہیں اجازت ہے"۔

"لاؤ محمود... اجازت مل گئی... اب کھڑے منہ کیا تک رہے ہو؟" فاروق نے منہ بنایا۔

محمود مسکرایا... اور پاؤں کی ایڑی سے چاقو نکال کر اس کی طرف اچھال دیا۔

فاروق نے بٹن دبا کر اس کو کھولا تو اس کا بالکل ننھا سا پھل چمکنے لگا۔

"ہاہاہا... اتنا ذرا سا چاقو... جس کا بہت ذکر سننے میں آتا ہے... اور سنا ہے تم لوگوں کو اس پر بہت ناز بھی ہے... خیر... آج اسے آزما لو... اس چاقو کی بھی کرکری ہو جائے گی"۔

فاروق نے اپنے خاص انداز میں چاقو کو پکڑ لیا... اور ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"کیا آپ وار روکیں گے نقل اوبا"۔ فاروق نے لرزتی آواز میں کہا۔

"یہ کیا... نقل اوبا"۔

"جی بس.... یہ میرے ساتھ عجیب مصیبت ہے.... الفاظ اپنی جگہ بدل جاتے ہیں.... ن اور الف نے اپنی جگہیں بدل ڈالیں.... اور انکل نوبا کا نکل اوبا بن گیا.... آپ برا نہ مانیں"۔

"اچھی بات ہے.... نہیں مانتا میں برا"۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا"۔

"نہیں.... میں وار نہیں روکوں گا.... اگر میں تمہارا وار بھی روکنے لگا تو جانتے ہو.... کیا ہو گا"۔

"مہربانی فرما کر بتا ہی دیں.... تاکہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو سکے"۔

"پھر ہو گا یہ کہ تم سب ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ڈھیر ہو جاؤ گے.... اور اس طرح مزا نہیں آئے گا"۔

"چلیے پھر جس طرح مزا آئے گا.... اسی طرح کر لیں"۔

اور پھر فاروق نے اس کے سینے پر چاقو کا وار کر ڈالا.... یہ زمین کے انسان کا پہلا وار ایران کے انسان پر ہوا تھا۔

○☆○
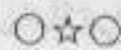
چیخیں

چاقو اس کے جسم پر لگا اور اس کا پھل ٹوٹ گیا.... فاروق نے حسرت زدہ انداز میں اس کے دستے کو دیکھا اور اس کو پھینک دیا۔

"اب.... اب کیا کرو گے؟"

"تم سے ٹکراؤں گا"۔ یہ کہہ کر فاروق نے اس کی طرف دوڑ لگا ی.... پھر جونہی اس سے ٹکرایا.... بہت بری طرح اچھلا.... اس کے منہ ے ایک دل دوز چیخ نکل گئی اور وہ دور پڑا نظر آیا.... اس طرح کہ اس ے جسم میں ذرا سی بھی حرکت نظر نہ آئی۔

"چلو محمود"۔ انسپکٹر جمشید غرائے۔

"اب.... ابا.... جان.... وہ فاروق"۔ محمود نے کہنا چاہا۔

"اپنی بات کرو.... مقابلے کے لیے بڑھ رہے ہو یا میں آصف کو بھیجوں"۔ انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ وہ بولا اور پھر نوبا کی طرف بڑھنے لگا۔

ب اس نے فاروق کی طرف دیکھا تک نہ۔

نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔

"کیا میں آپ کے بال پکڑ سکتا ہوں؟"

"شاید تم اس خیال میں ہو کہ اس دنیا کے انسانوں کی طرح میں بھی بالوں کے ذریعے قابو میں آ جاؤں گا.... نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں"۔

"تو پھر اجازت ہے نا"۔ محمود مسکرایا۔

"ہاں بالکل"۔

محمود نے اس کے سر کے بال دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیے .... اور لگا زور لگانے.... توبا نے کوئی تکلیف ظاہر نہ کی.... محمود نے تیسری بار اور زور سے جھٹکا مارا.... اس بار بال اس کے ہاتھوں سے نکل گئے اور وہ لڑھکتا ہوا فاروق سے بھی دور جا کر گرا.... اس کا جسم بھی ساکت ہو گیا۔

"انسپکٹر جمشید.... تمہاری فوج کے دو فوجی زمین چاٹ چکے.... اب کیا خیال ہے؟"

"میری فوج کے ابھی بہت سے فوجی مقابلے کے لیے تیار ہیں.... فرزانہ آگے بڑھو"۔

"یہ زیادتی ہے انکل"۔ آصف نے کہا۔

"نہیں آصف.... تم نہیں جانتے.... یہ لڑائی ہمیں کس طرح لڑنا ہے.... اس وقت فرزانہ ہی جائے گی"۔

"بالکل ٹھیک"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی بہت بہتر"۔ اس نے کہا۔

"شکریہ اباجان.... آپ نے مجھے کسی قابل سمجھا"۔ فرزانہ بولی اور آگے بڑھی.... نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔

"کیا آپ مجھے اپنے جسم پر گدگدی کرنے کی اجازت دیں گے.... میں آپ کے جسم پر چاروں طرف صرف گدگدی کروں گی"۔

"مجھے گدگدی نہیں ہو گی"۔

"آپ مجھے اجازت دیں.... کیا آپ نے یہ اعلان نہیں ہے"۔

"اوہ ہاں.... اچھا کر لیں"۔ اس نے کہا۔

"معاف کیجیے گا مسٹر توبا.... کیا میں اس موقعے پر آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا اس لڑائی کا حال آپ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں"۔

"نہیں.... میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی"۔

"گویا آپ دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے؟"

"ہاں! لیکن تم لوگ ہو کیا.... جن کے لیے میں پہلے سے یہ دیکھوں کہ اس لڑائی کا انجام کیا ہو گا.... صاف ظاہر ہے.... تم سب کے سب میرے لیے موم کا ڈھیر ہو"۔

"اوہ اچھا شکریہ.... میں بس یہی معلوم کرنا چاہتا تھا.... فرزانہ یہ کیا کر رہی ہو.... اس جیسے لوگ بھلا گدگدی سے شکست کھائیں گے"۔

"آپ مجھے اجازت دے چکے ہیں اور مسٹر توبا بھی"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے"۔ وہ بول اٹھے۔

فرزانہ اس وقت تک گدگدی شروع کر چکی تھی۔۔۔ لیکن دیکھنے لے صاف دیکھ رہے تھے کہ توبا پر اس گدگدی کا کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ اس طرح گدگدی کرتے ہوئے فرزانہ اس کی کمر کی طرف آ گئی۔۔۔ وہ اسی طرح پرسکون انداز میں کھڑا رہا۔

"کیا۔۔۔ میں بھی ایک سوال کر سکتا ہوں مسٹر توبا"۔ ایسے میں سپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"ضرور۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔۔ آج میں آپ لوگوں کی ہر بات مانوں ا۔۔۔ کیونکہ آج کا دن۔۔۔۔ آپ کی زندگیوں کا آخری دن ہے"۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ آپ واقعی بہادر دشمن ہیں۔۔۔۔ ور ہم لوگ بہادر دشمنوں کو پسند کرتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی تعریف کی۔

"آپ اپنی بات کریں۔۔۔ ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں"۔ توبا نے منہ بنایا۔

ادھر فرزانہ کی گدگدی جاری تھی۔۔۔ لیکن سب لوگ محسوس کر رہے تھے کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔۔۔ اس کی گدگدی سے اس کا کچھ نہیں بگڑ رہا تھا۔

"میں یہ جاننا چاہتا تھا۔۔۔ مم۔۔۔ مگر نہیں۔۔۔ بس۔۔۔ اب میں کچھ نہیں جاننا چاہتا۔۔۔ بلکہ میں آپ کو اب ایک بہت خاص بات بتانا چاہتا ہوں"۔

"اور وہ کیا؟"

"جتنا کوئی زیادہ طاقت ور اور بڑا دشمن ہوتا ہے۔۔۔ وہ اتنا ہی آسانی سے مارا بھی جاتا ہے۔۔۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ہاتھی کو چیونٹی سے مروا دیتے ہیں۔۔۔ اب دیکھیں۔۔۔ چیونٹی کتنی ذرا سی چیز ہے۔۔۔ اور ہاتھی کتنا بڑا۔۔۔ ہے کوئی ان کا آپس میں مقابلہ"۔

"یہاں اس تقریر کا کوئی موقع ہے بھلا؟" توبا نے منہ بنایا۔

"چلئے پھر میں اپنا سوال کرتا ہوں۔۔۔ آپ نے سوریا کو اپنے جیسا طاقت ور کیوں نہیں بنایا۔۔۔ اس طرح آپ دو ہو جاتے"۔

"پہلی بات تو یہ کہ۔۔۔ میں نہیں چاہتا تھا۔۔۔ کبھی کسی موڑ پر سوریا مجھے آنکھیں دکھائے۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ ایران کا تو ہے نہیں۔۔۔ اس زمین کا ہے۔۔۔ اس زمین کے انسان میں ایراقی کے انسان کی طاقت آ بھی کیسے سکتی ہے۔۔۔ ارے ارے۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ یہ تم کیا کر گئیں"۔

اچانک توبا چونکا۔۔۔ عین اس وقت اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی۔

اور پھر تو اس کے منہ سے چیخوں پر چیخیں نکلتی چلی گئیں۔۔۔ اس

کی ان لرزہ خیز چیخوں سے پورا جزیرہ ہلنے لگا... تھرتھراہٹ سی محسوس ہونے لگی... یوں لگا... جیسے جزیرے پر زلزلہ آ گیا ہو... واقعی جزیرہ ہل رہا تھا۔

اور سب لوگ سکتے کے عالم میں تھے... ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے... البتہ انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید کے چہروں پر بہت دل کش سی مسکراہٹیں تھیں... یوں جیسے وہ بے پناہ سکون اور اطمینان محسوس کر رہے ہوں۔

اچانک انہوں نے نوبا کو کٹے ہوئے تنے کی طرح گرتے دیکھا... اور پھر وہ ساکت ہو گیا... اس کی کھلی آنکھیں گویا ان سے پوچھ رہی تھیں۔

"یہ کیا ہوا... یہ کیسے ہوا... میں جو اتنا طاقت ور تھا... میں کیسے مارا گیا... ابھی تو میں نے اپنی کوئی طاقت بھی استعمال نہیں کی تھی... میں تو ہپناٹزم کا ماہر تھا... نظروں کے سامنے سے غائب ہو سکتا تھا... لہروں میں تبدیل ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا تھا... میرے جسم میں اس قدر طاقت تھی کہ پوری فوج میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی... پھر یہ کیسے ہو گیا... میں کس طرح مارا گیا... کوئی مجھے بتائے... اس لڑکی نے کیا کیا ہے... اس ننھی سی لڑکی نے... ایک چیونٹی نے... ہاتھی کو کیسے گرا لیا"۔

اس وقت ان سب نے دیکھا... فرزانہ کے ہاتھ میں وہ چاقو

تھا... جس سے نوبا نے اپنی کلائی پر خراش لگائی تھی... اور یہی وہ خیال تھا... جو فرزانہ کو آیا تھا... اس نے گدگدی کے بہانے اس کا چاقو نکال لیا تھا... اس نے سوچا تھا... جس چاقو سے اس کے جسم پر خراش آ سکتی ہے... اس چاقو سے کیوں نہ اس پر وار کیا جائے... کیونکہ وہ چاقو بھی تو اس زمین کا نہیں تھا... ایزان کا تھا... ایزان کا بنا ہوا چاقو تو اس پر اثر انداز ہو سکتا تھا... اور اسی لیے انسپکٹر جمشید نے فرزانہ کو آگے بڑھنے کے لیے کہا تھا... وہ اس کی آنکھوں میں چمک دیکھ کر جان گئے تھے کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے... اور اسی لیے انسپکٹر جمشید نے نوبا کو باتوں میں لگایا تھا... کہ کہیں وہ وقت سے پہلے ہوشیار نہ ہو جائے... اور نوبا سے بڑی بھاری غلطی یہ ہوئی تھی کہ اس نے یہ لڑائی پہلے ہی نہیں دیکھ لی تھی... اس نے خود کو اس قدر طاقت ور خیال کر لیا کہ اس کی اس نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔

اور نوبا کی لاش ان سب کو... بلکہ پوری دنیا کو ایک پیغام دے رہی تھی... کہ کوئی کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو جائے... اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں... سب سے زیادہ طاقت ور ہیں... وہ چیونٹی کے ہاتھوں ہاتھی کو مروا سکتے ہیں... اور نوبا کی لاش پکار پکار کر کہہ رہی تھی... قانون فطرت بدلا نہیں کرتے... کائنات کا نظام اسی طرح چلے گا... جس طرح اللہ چاہیں گے... لوگوں کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا... زمین پر فساد مچانے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے... وہ خود

محفوظ رہ جائیں گے۔۔۔ بلکہ کبھی نہیں پنپ سکے گی۔

اور پھر انہوں نے اس جزیرے کے درمیان میں ایک گہرا گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔۔۔ ان کی زمین پر دوسری زمین کے انسان کی یہ شاید پہلی اور آخری قبر تھی۔۔۔ اس لاش کو نکالنے کے لیے نہ جانے کب ارض خلائی آئے گی۔۔۔ اور لاش کو نکال کر اپنے ساتھ لے جائے گی۔۔۔ نہ جانے اس وقت تک یہ لوگ زندہ ہوں گے یا مر چکے ہوں گے۔۔۔ اور اس وقت دنیا کی کیا حالت ہو گی۔۔۔ دنیا کی ترقی اس وقت کیا ہو گی۔۔۔ اور اس وقت اترنے والی ارض خلائی کے ساتھ کیا ہو گا۔۔۔ یا ارض خلائی والے ان کے ساتھ کیا کریں گے۔

○☆○